یا اللہ مدد
حق چار یار
خلافتِ راشدہ
سنی مذہب حق ہے
قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ
ادارہ مظہر التحقیق
لاہور 0321-4145543

لاهور

0321-4145543
0322-8464167

خوبصورت، تحقیقی اور معیاری مطبوعات کے ذریعے
علم کی خدمت میں مصروف

ادارہ مظہر التحقیق

نام کتاب.........سنی مذہب حق ہے

تصنیف..........مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

تاریخ اشاعت......مارچ 2014ء

ناشر...........ادارہ مظہر التحقیق، لاہور 0321-4145543-0322-8464167

ملنے کے پتے

قاری عبدالرؤف نعمانی اچھرہ لاہور 0300-4273864

مکتبہ سید احمد شہید اُردو بازار لاہور، 0423-7228272

مکتبہ اہلسنت، رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد، 0321-7837313

دفتر تحریک خدام اہل سنت مدنی مسجد چکوال 0313-5128490

مکتبہ عشرہ مبشرہ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور 0300-6175026

دفتر ماہنامہ حق چاریار اچھرہ لاہور 0423-7593080

مکتبہ العرب دوکان نمبر 2 بنوری ٹاؤن کراچی 0321-2156159

ادارہ نشریات اہلسنت مدینہ منزل حضرو ضلع اٹک 0300-5477867

مکتبہ الہادی، اُردو بازار لاہور 0300-6609226

مکتبہ قاسمیہ اُردو بازار لاہور 0321-4220554

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُخنِ اوّل

حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی نہایت علمی اور عام فہم کتاب ''سنی مذہب حق ہے'' قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شیعہ سید باقر حسین شاہ سبزواری نے عبدالکریم مشتاق شیعہ کے دس سوالات مولانا سید محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ کی خدمت میں ارسال کر کے ان کے جوابات طلب کئے تھے۔ مولانا یعقوب شاہ صاحب نے یہ دس سوالات حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی خدمت میں بھیج دیئے۔ چنانچہ حضرتؒ نے انتہائی پُر مغز اور تحقیقی انداز میں جوابات لکھے اور ''سنی مذہب حق ہے'' کتاب تیار ہوگئی...... یہ کتاب ۱۹۷۸ء میں مکمل ہو کر چھپی تھی اور پھر متعدد مرتبہ شائع ہوئی، چند سال قبل اس کی اشاعت سُنی اکیڈمی چکوال سے بھی ہوئی تھی۔ اب پھر علم پرور حضرات اس کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے اگرچہ کمر توڑ مہنگائی اور ہمارے فیاض طبقہ کی لاپرواہی سے ادارہ یکے بعد دیگرے کتب کی اشاعت کا متحمل نہیں ہے، اور اب بھی قرض کے بوجھ سے سانس اکھڑ رہی ہے۔ مگر کیا کریں حضرت اقدسؒ کی اس علمی متاع کو بہر صورت عام کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کے وسیلہ سے ہماری مشکلات رفع فرمائے اور اسباب کی فراوانی سے اس نیک کام میں برکت نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

ادارہ مختصر مدت میں درجنوں کتب شائع کر کے باذوق احباب کے ہاتھوں میں پہنچا چکا ہے اور مزید کام جاری ہے۔ ادارہ کے نگرانِ طباعت مولانا عبدالرؤف نعمانی کی عمر اور صحت میں اللہ تعالیٰ برکت دیں کہ بھرپور چُست اور مُستعد ہو کر وہ اس کارخیر کو آگے بڑھانے میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت اقدسؒ کی ایک ایک سطر ہمیں محفوظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور امت مسلمہ کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

عبدالجبار سلفی عفی عنہ......۱۰ مارچ ۲۰۱۴ء بروز سوموار......ادارہ مظہر التحقیق ملتان روڈ لاہور

ادارہ مظہر التحقیق کی نشریات کا مختصر خاکہ 0321-4145543

نام کتاب	نام مصنف
تازیانہ عبرت:	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ
السیف المسلول لاعداء خلفاء الرسولؐ (غیر مجلد)	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ
تازیانہ سُنت رد رفض و بدعت	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ
فیض باری رِد تعزیہ داری	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیرؒ
خارجی فتنہ (2) جلدیں	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسینؓ	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
علمی محاسبہ	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
مشاجرات صحابہؓ اور راہ اعتدال (2 جلدیں)	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
خلافت راشدہ و امامت	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
مودودی مذہب	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
سنی مذہب حق ہے؟	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
دفاع حضرت امیر معاویہؓ	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
ایک اجمالی نظر	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
جوابی مکتوب	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
ہم ماتم کیوں نہیں کرتے	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
کشفِ خارجیت (زیر طبع)	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
سنی مؤقف	مولانا قاضی مظہر حسینؒ
احوالِ دبیر (جدید)	حافظ عبدالجبار سلفی
القولُ المعتبر فی حیاتِ خیرِ البشر (مجموعہ چار کتب)	حافظ عبدالجبار سلفی
نجوم ہدایت (جدید)	حافظ عبدالجبار سلفی
عبداللہ چکڑالوی اور فتنۂ انکارِ حدیث	حافظ عبدالجبار سلفی
علامہ عنایت اللہ خان المشرقی (احوال و افکار)	حافظ عبدالجبار سلفی
مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ کا مسلک	حافظ عبدالجبار سلفی
ہدایت المرزائیہ	مولانا نور اشرف صاحب
توضیح مسئلہ تقلید	مولانا نور اشرف صاحب
میزان عدل	مولانا نور اشرف صاحب
دیوبندی بریلوی اختلاف کا جائزہ	مولانا نور اشرف صاحب
اسلامی فقہ	مولانا نور اشرف صاحب
علماء دیوبند پر چند اعتراضات کی حقیقت	مولانا نور اشرف صاحب
اصحاب جنہ و اصحاب نار	مولانا نور اشرف صاحب
توضیح مسئلہ رفع یدین و قراۃ خلف الامام	مولانا نور اشرف صاحب

فہرست

حرفِ آغاز

بسم اللہ حامدا و مصلیاً

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ (۱۴ جنوری ۱۹۱۴ء/۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء) فاضل دیوبند، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے قریباً پون صدی مذہبِ اہلِ السنّت والجماعت کی تبلیغ و تحفظ کے لیے تحریری و تقریری طور پر جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کے پیشِ نظر کسی مخصوص فرقہ کی فقط تردید کے بجائے اہل سنت کے اجماعی عقائد و نظریات کو دلائل و براہین سے بیان کرنا تھا۔ آپ اس حوالے سے ہر طبقۂ فکر کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کو نقد و جرح کے میزان میں پرکھتے اور حقیقت واضح کرتے۔ حضرت قاضی صاحب بلاشبہ دورِ حاضر میں بلاخوف لومۃ لائم جرأت و حق گوئی کی بہترین مثال تھے۔

(رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ)

سنی اکیڈمی کے قیام کی غرض حضرت موصوف رحمہ اللہ کی جملہ تصانیف و بیانات کو منظرِ عام پر لانا ہے۔ اس سلسلہ کی ''دوسری کاوش'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خدا کرے ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں اور اکیڈمی جس کے قیام کا خواب حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں دیکھا تھا اس کی حقیقی تعبیر ثابت ہو۔ حضرت

قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اس آرزو کو اپنی مایہ ناز تصنیف "بشارت الدارین" میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ''سنی اکیڈمی'' کی قائم کی جائے گی جس کے ذریعہ سنی اہم تصانیف کی اشاعت ہوتی رہے۔'' (ص،۵۳۷)

والسلام

زاہد حسین رشیدی
جامعہ اہل سنت تعلیم النسآء
عقب مدنی جامع مسجد چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض حال

سنی مذہب حق ہے۔ دراصل ایک شیعہ مصنف عبدالکریم صاحب مشتاق کے ان دس سوالوں کا جواب ہے جو راولپنڈی کے سید باقر حسین شاہ صاحب سبزواری نے حضرت مولانا سید محمد یعقوب شاہ صاحب (مرحوم) خطیب جامع مسجد حنفیہ رضویہ پھالیہ ضلع گجرات کے نام بذریعہ رجسٹری ارسال کیے تھے۔ اور انہوں نے جواب کے لیے میرے پاس بھیج دیئے تھے۔ ہم نے مذکورہ دس سوالوں کے جوابات مع اپنے تین سوالات کے سید باقر حسین شاہ صاحب کو بذریعہ رجسٹری ارسال کر دیئے تھے لیکن انہوں نے تا حال ہمیں کوئی خط نہیں لکھ۔

ناواقف اور غافل سنی مسلمانوں کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے اس کتاب کی اشاعت کی ضرورت سمجھی گئی تو دفتر سے حافظ عبدالوحید صاحب حنفی نے اس کی اجازت حاصل کرنے کے لیے حضرت شاہ صاحب موصوف کو خط لکھا۔ اور شاہ صاحب نے اجازت دیدی۔ چنانچہ موصوف کا اجازت نامہ حسب ذیل ہے۔

محترم جناب حنفی صاحب! السلام علیکم کے بعد خیریت طرفین مطلوب گزارش ہے کہ آپ کی ارسال کردہ فوٹو سٹیٹ کاپی مل گئی تھی۔ مگر باقر شاہ نے مجھے دوبارہ کوئی خط نہیں لکھا۔ اگر وہ جوابات چھپ جائیں تو ہزاروں انسان ہدایت یافتہ ہونگے۔ جوابات نہایت مدلل بلکہ لاجواب ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کو میرا اسلام عرض کر دیں۔

فقط: سید محمد یعقوب پھالیہ ۱۹،۲،۷۹

جناب شاہ صاحب موصوف کے اجازت نامہ کے بعد انہی ایام میں ہمیں شیعہ مصنف عبدالکریم صاحب مشتاق کی ایک مطبوعہ کتاب دستیاب ہوئی ہے جس کا نام ہے ''ہزار تمہاری دس ہماری'' ۱۹۷۶ء کی اس مطبوعہ کتاب کے آخر میں یہی زیر بحث دس سوالات لکھے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ دس سوالات پہلے سے شائع شدہ ہیں اس لیے ان کے جواب بنام ''سنی مذہب حق ہے'' کی اشاعت کی ضرورت اور زیادہ محسوس کی گئی ہے۔

مولوی مشتاق صاحب شیعہ کی چند دیگر تصانیف چودہ مسئلے، میں شیعہ کیوں ہوا، فروع دین، وغیرہ بھی بعض احباب کے ذریعہ پہنچی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشتاق صاحب موصوف کا محبوب ترین مشغلہ سنی مذہب کی مخالفت ہے۔ اور ہر ممکن کوشش سے نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس جماعت صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جنتی شخصیتوں کو مجروح کرنا ان کی فانی زندگی کا نصب العین ہے۔ مشتاق صاحب غالباً شیعہ علماء کے زمرہ میں شامل نہیں ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ ادیب فاضل لکھا ہے۔ معلوم نہیں وہ کون ہیں کہاں کے ہیں اور کن کن شیعہ علماء و مجتہدین سے استفادہ کرتے ہیں؟ بہرحال ان کے نام سے متعدد کتابیں ملک میں اشاعت پذیر ہیں بلکہ ہر شیعہ عالم اور مجتہد تحریر و تقریر کے ذریعہ اپنے مذہب شیعہ کی اشاعت میں ہر پہلو سے محنت کر رہا ہے۔ ان کے ذاکرین بھی اپنے مشن میں کوشاں ہیں لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ بجز چند مخصوص علماء کے عموماً علمائے اہل السنت والجماعت جماعت صحابہؓ اور خلافت راشدہ کے شرعی مقام کے تحفظ کا احساس ہی نہیں رکھتے۔ حالانکہ سنی علماء پر منکرین و ناقدین صحابہ اور اعدائے خلفائے راشدین کی جارحیت کا دفاع فرض ہے۔ ورنہ غفلت، عدم احساس اور کم فہمی کا یہی حال رہا تو خدا جانے اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔

بفضلہ تعالیٰ ہم خدام اہل سنت تحریری اور تقریری طور پر اپنی دفاعی سرگرمیوں میں مصروف ہیں حتیٰ کہ تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق

صاحب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان کو نظام خلافت راشدہ کے مطالبہ کی جو قرارداد ۱۲ربیع الاوّل سے پہلے ارسال کی گئی تھی وہ سارے ملک میں پھیلا دی گئیں۔ اخبارات نے بھی ان کو شائع کیا۔ اور ۱۲ربیع الاوّل کے اعلان کے بعد شیعہ علماء کی طرف سے جو شدید احتجاج کیا گیا اور انہوں نے فقہ جعفری کو بطور پبلک لاء نافذ کرنے کا مطالبہ کیا۔ تو جنرل ضیاء الحق صاحب نے حسب ذیل بیان دیا تھا کہ:

''چونکہ ملک میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لیے پاکستان میں صرف حنفی فقہ کا نفاذ ہوگا۔ اور ملک میں ہر فرقہ کے لیے علیحدہ قوانین کا نفاذ ممکن نہیں'' (نوائے وقت لاہور ۲۳رفروری ۱۹۷۹ء)

چونکہ جنرل صاحب موصوف کا یہ بیان بالکل حق پر مبنی تھا اس لیے خدام نے ان کی خدمت میں تائیدی قرارداد ارسال کی اور تاریں بھی دیں۔ چنانچہ قراردادوں کی تائید اور تحسین میں ہمیں کئی حضرات کے خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ بہر حال ہمیں فتنوں کا احساس ہے اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ اور مابعد کی امت کے مابین جماعت صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علیؓ المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہی تبلیغ وغلبہ دین کا ایک واحد موثر اور مقبول واسطہ ہیں۔ اس لیے ان جنتی حضرات کے بلند ترین شرعی مقام کے تحفظ کے بغیر دین حق اسلام کا تحفظ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہر سنی مسلمان کو اپنے مذہب حق کی تبلیغ و اشاعت اور خدمت ونصرت کی مخلصانہ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

ہمارے تین سوال

شیعہ مصنف کے دس سوالات کا جواب دینے کے بعد شیعہ علماء پر تین سوالات پیش کیے گئے ہیں۔

① شیعہ مذہب کی اصح الکتب اصول کافی کی احادیث میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ

وغیرہ ائمہ کے صریح ارشادات مذکور ہیں کہ امر دین کا چھپانا فرض ہے اور جو شخص دین کی اشاعت کرتا ہے وہ خدا کے ہاں ذلیل ہے اور جو دین کو چھپاتا ہے خدا کے ہاں عزت پاتا ہے اور یہ کہ تقیہ یعنی اظہار خلاف حق میں دین کے ۹ حصے ہیں وغیرہ۔ تو جو شیعہ علماء شیعہ مذہب کی تبلیغ واشاعت کرتے ہیں وہ اپنے مذہب کے اصول پر اپنے معصوم اماموں کی نافرمانی اور مخالفت کر رہے ہیں۔

② شیعوں کا مروجہ کلمہ اسلام وایمان جس میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہٗ بلا فصل کے الفاظ ہیں بالکل من گھڑت ہے رسول امین رحمت للعالمین حضرت محمد رسول اللہ نے کسی شخص سے بھی کلمہ اسلام میں توحید و رسالت کے اقرار کے ساتھ حضرت علی کے خلیفہ بلافصل ہونے کا اقرار نہیں کرایا۔ اور نہ ہی حضرت علیؓ المرتضیٰ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

(ب) اسی طرح شیعوں کی مروجہ اذان بھی بے بنیاد ہے جس میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہٗ بلا فصل اعلان کیا جاتا ہے شیعہ علماء اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ تو جس مذہب شیعہ کا کلمہ اسلام و ایمان اور جس مذہب کی اذان کا کوئی ثبوت حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و عمل سے ثابت نہیں ہو سکتا وہ مذہب کیونکر حق ہو سکتا ہے اور اس مذہب کی دعوت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

③ قرآن مجید کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت علیؓ المرتضیٰ سے لیکر امام غائب حضرت مہدی تک بارہ امام قرآن کی بیان کردہ صفات کے تحت سچے خلیفہ ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن کی موعودہ خلافت کے لیے تمکین دین، غلبہ حکومت ضروری ہے۔ لیکن شیعہ مذہب کے تحت یہ سارے امام تقیہ اور کتمان حق کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں بھی شیعہ مذہب (کلمہ واذان اور شرعی حدود متعہ وغیرہ کا نفاذ نہیں کر سکے۔ اس لیے ان ائمہ میں سے کوئی بھی حسب مذہب شیعہ کامیاب خلیفہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر سنی مذہب کے عقیدہ خلافت راشدہ کو

خدانخواستہ نظر انداز کر دیا جائے تو پھر قرآن مجید سورۃ النور کی آیت استخلاف میں قادر مطلق خالق کائنات عزوجل کا وعدۂ خلافت کسی طرح بھی صحیح اور حق ثابت نہیں ہوسکتا۔

کسی مذہب کو پرکھنے کے لیے ہزار، دس ہزار سوالات کی ضرورت نہیں ہے صرف بنیادی اصول ہی غور وفکر اور تحقیق حق کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
خطیب مدنی جامع مسجد چکوال
و بانی و امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۹ء / ۱۹ مارچ ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت سید باقر حسین شاہ صاحب سبزواری

سلام مسنون! آپ نے مولانا محمد یعقوب شاہ صاحب خطیب اہل سنت پھالیہ ضلع گجرات کے نام جو سوال نامہ ارسال کیا تھا وہ انہوں نے جواب کے لیے میرے پاس بھیج دیا ہے۔

آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ:

مندرجہ ذیل دس سوالات شیعہ عالم عبدالکریم مشتاق صاحب نے اہل السنت والجماعت سے پوچھے ہیں اور تحریری و تقریری طور پر کہا ہے کہ: سنی مولوی ان دس سوالات کے جوابات صحیح دے گا اس کو میں مبلغ دس ہزار روپے بطور نقد انعام پیش کروں گا اور اپنا شیعہ مذہب ترک کر کے سنی مذہب قبول کرلوں گا۔ بصورت دیگر علمائے اہل سنت کو دعوت دی جاتی ہے کہ عقیدہ باطل کو چھوڑ کر مذہب شیعہ حق قبول کر کے سعادت دارین حاصل کریں۔

اور آپ نے اس خط کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ:

میں سید باقر حسین شاہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات شافی جتنا جلد ممکن ہو سکے جلد از جلد میرے درج ذیل پتہ پر ارسال کریں ورنہ میں اور میرے دیگر ہم خیال جن کے پاس ان سوالات کا کوئی شافی جواب نہیں ہے کی تعداد تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ مذہب الشیعہ حقہ قبول کرلیں گے فی الحال ہم سب آپ کے جوابات کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر آپ کا جواب ۷۸/۱۰/۱۴ تک نہ ملا تو پھر ہم سب کے لیے اعلانیہ مذہب شیعہ حقہ کو

قبول کرنا ضروری ہو جائے گا۔

شاہ صاحب آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیعہ مذہب کا اعلان کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں اور مولوی عبدالکریم صاحب کے سوالات آپ کے لیے سنی وشیعہ مذہب کی تحقیق کے لیے کوئی معیاری حیثیت رکھتے ہیں اور آپ نے جوابات کے لیے تاریخ بھی مقرر فرمادی۔ لیکن کیا تحقیق حق کا یہی طریقہ ہوتا ہے؟

فرمایئے اگر آپ قبل ازیں اہل السنّت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کا مذہبی تعلق کن علماء سے تھا اور کیا آپ نے ان سنی علماء سے بھی ان سوالات کا جواب دریافت کیا ہے؟

(۲) کیا مولانا سید محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ سے آپ کا کوئی پہلے دینی یا دنیوی تعلق تھا جس کی وجہ سے آپ نے ان سوالات کا جواب ان سے طلب کیا ہے؟

(۳) آپ نے جن دو ہزار ہم خیال افراد کے متعلق لکھا ہے کہ جوابات نہ ملنے پر وہ بھی آپ کے ساتھ شیعہ ہونے کا اعلان کردیں گے۔ تو کیا آپ نے ان سب کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے یہ سوالات پیش کیے ہیں اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ ہمارے پاس ان کا کوئی جواب نہیں ہے یا آپ اپنے اعتماد پر یہ فرمارہے ہیں کہ آپ کے شیعہ ہونے کے بعد وہ بھی شیعہ ہو جائیں گے؟

(۴) اگر آپ صرف ان سوالات کی بناء پر سنی مذہب کو ترک کر کے شیعہ مذہب کو قبول کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو یہ آپ کے فہم وشعور کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ ان سوالات میں اکثر ایسے سوالات ہیں کہ معمولی غور وفکر سے آپ ان کا جواب دے سکتے ہیں۔ اور یہ سوالات کوئی علمی سوالات نہیں نہیں بلکہ نمبر شماری کے طور پر ہیں مثلاً......

سوال نمبر (۱)

رنگیلا رسول نامی ایک کتاب شانِ رسالت مآب ﷺ کی گستاخی میں لکھی گئی۔ اس

میں تمام روایاتِ معتبر کتب سنیہ سے نقل کی گئی ہیں۔ کیا کوئی سنی المذہب یہ ثابت کرسکتا ہے کہ گستاخِ رسول مصنف نے کوئی ایک بات بھی کسی شیعہ کتاب سے نقل کی ہے۔ اگر جواب بن پڑے تو مکمل حوالہ درکار ہے؟

الجواب

① سائل پر لازم تھا کہ وہ رنگیلا رسول میں صحیح حوالہ کے ساتھ کسی مستند کتاب اہل سنت کی قابل اعتراض عبارت پیش کرتے۔ بلاثبوت محض الزام سازی کی تو کوئی حیثیت نہیں۔

② آریہ پنڈتوں نے اور عیسائیوں (پادریوں) نے اسلام، قرآن اور حضور خیر الانام ﷺ پر بھی اعتراضات وارد کیے ہیں۔ کیا پنڈت دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں قرآن مجید پر اعتراضات وارد نہیں کیے؟ تو کیا ان اعتراضات کی بناء پر قرآن آپ کے نزدیک مشکوک ہو جائے گا؟

③ اگر رنگیلا رسول کے مصنف نے اس میں کسی شیعہ مذہب کی کتاب کا حوالہ نہیں پیش کیا تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ شیعہ مذہب کی کتابوں میں قابل اعتراضات باتیں نہیں ہیں بلکہ اس کے نزدیک اور عام غیر مسلم معترضین کے نزدیک چونکہ سواد اعظم اہل السنّت والجماعت ہی اسلام کے نمائندے ہیں۔ اور سنی مذہب کے خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمرؓ فاروق، حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت علیؓ المرتضیٰ میں سے پہلے تین خلفاء نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے بعد روم و ایران کی طاغوتی سلطنتوں کو نیست و نابود کیا ہے اور ان کی ہی مجاہدانہ قربانیوں سے نور اسلام نے اطرافِ عالم کو منور کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے ان کی اسلامی عظمتوں کا لوہا مانا ہے۔ اس لیے وہ دین اسلام کو مجروح کرنے کے لیے مذہب اہل السنّت والجماعت پر ہی حملہ آور ہوتے ہیں۔ شیعہ مذہب تو کتمان حق اور تقیہ کے پردوں میں لپٹا ہوا ہے۔ غیر مسلم معترضین کو اس پر حملہ آور

ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

سوال نمبر ۵

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ .

(البقرۃ، آیت: ۲۳۸)

یعنی تمام نمازوں کی عموماً اور درمیانی نماز کی خصوصاً حفاظت کرو اور اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے رہو۔ یہ حکم قرآن مجید میں موجود ہے لیکن جب ہم کسی سنی المذہب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں قنوت میں کھڑا نظر نہیں آتا۔ بتایئے آپ کی نماز قرآن کے مطابق کیوں نہیں پڑھی جاتی؟ واضح ہو کہ حکمِ قرآن کی تنسیخ صرف آیتِ قرآنی سے ہو سکتی ہے؟

الجواب

یہ سوال بھی برائے سوال ہی نمبر شماری کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ کیا اس سوال کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اہل السنت والجماعت کا عمل قرآن کے اس حکم کے خلاف ہے؟ سائل کو چاہیے تھا کہ وہ پہلے قرآن کی آیت میں قانت ہونے کا مطلب بیان کرتے۔ اس کے بعد ثابت کرتے کہ اہل السنت اس کے مخالف ہیں؟ جب سوال ہی واضح نہیں تو جواب کس بات کا دیا جائے؟

سوال نمبر ۷

آپ حضرات کو امام مہدی ہادی آخر الزمان بن حسن العسکری کی غیبت پر اعتراض ہے۔ بتایئے شیطان غائب ہے یا ظاہر؟ اگر غائب ہے تو معلوم ہوا کہ وہ عالم غیبت میں گمراہی پھیلاتا ہے لہٰذا جواب دیجئے کہ جب عالم غیبت میں گمراہی پھیلائی جا سکتی ہے تو ہدایت کا سلسلہ کیوں جاری نہیں رہ سکتا؟

الجواب

سائل نے امام مہدی کے ہادی ہونے کے لیے مثال بھی خوب پیش کی ہے یعنی شیطان کی۔ ماشاءاللہ

(ب) اگر ہدایت پھیلانے کا یہی مطلب ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء والمرسلین ﷺ نے اسلام کی ہدایت امام مہدی کی طرح غائب رہ کر کیوں نہیں کی؟ جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام گزرے ہیں انہوں نے اپنے اپنے دورِ نبوت و رسالت میں ان لوگوں کے سامنے آکر تبلیغ و ہدایت فرمائی ہے جن کی اصلاح و ہدایت کے لیے ان کو مبعوث کیا گیا تھا۔ کیا کسی ایسے پیغمبر علیہ السلام کا آپ ثبوت پیش کر سکتے ہیں جو امت سے مخفی رہ کر ہدایت کا فریضہ ادا کرتا رہا ہو۔ یہاں آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال نہیں پیش کر سکتے جو آسمانوں پر زندہ ہیں اور قرب قیامت میں نازل ہوں گے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے تبلیغ رسالت کے دور میں مخفی نہیں رہے۔ اور پھر جب آپ دجال کو قتل کرنے کا فریضہ ادا کریں گے تو آپ اس وقت سب لوگوں کے سامنے ظاہر ہوں گے نہ کہ مخفی۔

(ج) فرمایئے اگر شیعوں کے نزدیک امام مہدی رسول اللہ کے بارہویں خلیفہ اور امام ہیں تو تبلیغ و جہاد کے فرائض کے بجا آوری میں وہ نبی کریم ﷺ کی اتباع سے کیوں محروم ہیں؟ خلیفہ رسول تو وہ ہے جو بالفعل نائب رسول ﷺ کی حیثیت سے تبلیغ و ہدایت اور جہاد کرے نہ وہ کہ ایک فرضی وجود کی طرح صدیوں سے غائب ہو اور امت کفر و الحاد کے اندھیروں میں بھٹکتی رہے۔ اور اگر امام و خلیفہ ہونے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کی دعوات برکات ہی کافی ہیں۔ تو پھر کیا اس مقصد کے لیے شیعوں کے نزدیک اپنی اپنی قبروں میں سابقہ گیارہ اماموں کا وجود کافی نہیں ہے؟

سوال نمبر ⑧

کیا آپ کسی معتبر تاریخی حوالے سے یہ بتا سکتے ہیں اور ثابت کر سکتے ہیں کہ جب حضرات شیخین نے جنازہ رسول بلا دفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت علیؓ یا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کو اپنے عزائم سے آگاہ کیا ہو۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو ثبوت فراہم کریں۔

الجواب

① سقیفہ بنی ساعدہ میں تو فوری ضرورت کے تحت حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمرؓ فاروق تشریف لے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ ان حضرات سے مشورہ نہیں کر سکے۔

② اب تو دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو خلیفہ تسلیم کیا ہے یا نہیں۔ اور آپ نے مسجد نبوی میں حضرت صدیق کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں یا نہیں؟ اور اگر شیعہ مذہب کی مستند کتابوں سے ہی یہ امر ثابت ہو جائے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت کی ہے اور ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھی ہیں تو پھر کسی اعتراض کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اگر شیعہ علماء اس کا انکار کریں تو ہم ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ⑨

قرآن مجید کے پانچویں پارے کی ابتدا میں آیت متعہ موجود ہے۔ آپ کا پرچار ہے کہ متعہ زنا ہے۔ مہربانی کر کے آیت میں مستعمل لفظ متعہ کا ترجمہ اپنے معنوں میں کیجئے؟

جواب

① یہ سوال ہی جاہلانہ ہے کیونکہ موجودہ قرآن میں تو کہیں لفظ متعہ کا وجود نہیں۔

ہاں ایسے الفاظ قرآن مجید میں موجود ہیں جن میں م، ت، ع کا مادہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً:

قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ. (سورۃ الزمر آیت نمبر ۸)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ. (سورۃ محمد آیت ۱۲)

رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ (الانعام آیت نمبر ۱۲۸) اور فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (سورۃ النساء آیت ۲۴)

اور سائل نے یہی آیت مراد لی ہے لیکن اس میں لفظ متعہ نہیں بلکہ اسْتَمْتَعْتُمْ ہے۔ اور اگر اس سے مراد وہ نکاح متعہ ہے جو شیعہ مذہب کی خصوصیت ہے اور وہ بغیر گواہوں کے بھی ہوسکتا ہے تو اس کا ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ اور کوئی سنی عالم یہ نہیں کہتا ہے کہ لفظ متعہ کا ترجمہ زنا ہے جس کی بناء پر سائل کا سوال صحیح قرار دیا جاسکے۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ شیعہ مذہب میں جو متعہ ہے اور جو گواہوں کے بغیر بھی ہوسکتا ہے۔ تو اس کی صورت زنا ہی کی ہے کیونکہ اس میں بھی دو مرد و عورت اپنی رضامندی سے بغیر گواہوں کی شہادت کے مخفی طور پر شہوت رانی کر لیتے ہیں۔

(۲) اور اس متعہ کا ثواب بھی شیعہ مذہب میں بے نظیر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ کی طرف منسوب کر کے ایک حدیث میں لکھا ہے کہ:

"من تمتع مرة كان درجته كدرجة الحسين عليه السلام ومن تمتّع مرّتين فدرجتهٗ كدرجةُ الحسن عليه السلام وَمَنْ تمتّع ثلث مرّات كان درجته كدرجة على بن ابى طالب عليه السلام ومن تمتع اربع مرّاتٍ فدرجته كدرجتي۔"

یعنی ہر کہ یکبار متعہ کند درجہ او چوں درجہ حسین علیہ السلام باشد و ہر کہ دو بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ حسن علیہ السلام باشد و ہر کہ سہ بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ علی بن ابی طالب علیہ السلام باشد و ہر کہ چہار بار متعہ کند درجہ او مانند درجۂ من۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۴۹۳ مصنفہ ملا فتح اللہ کاشانی مطبوعہ تہران)۔

''جو شخص ایک بار متعہ کرے اس کا درجہ مثل درجہ امام حسین ہوگا اور جو شخص دو بار متعہ کرے اس کا درجہ مثل امام حسن کے اور جو شخص تین بار متعہ کرے اس کا درجہ مثل حضرت علی بن ابی طالب کے اور جو شخص چار مرتبہ کرے اس کا درجہ مثل میرے درجہ کے ہوگا۔'' العیاذ باللہ

فرمایئے: کیا شیعہ مذہب میں متعہ جیسا ثواب کسی اور عبادت پر بھی مل سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ جو حلال نکاح متفق علیہ ہے اس میں بھی یہ ثواب نہیں ملتا۔ اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج پر بھی اتنا ثواب مذکور نہیں ہے کیا عقل و ایمان کی بنیاد پر متعہ جیسے فعل کا اس قدر ثواب کہ اگر العیاذ باللہ چار بار متعہ کرے تو مثل رحمت للعٰلمینؐ کے درجہ کے اس کو درجہ نصیب ہو جائے۔ قابل تسلیم ہو سکتا ہے؟ اب آپ ہی شیعہ علماء مجتہدین سے پوچھنے کی ہمت کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چار سے زیادہ بار متعہ کرے تو اس کو کون سا درجہ نصیب ہوگا؟ **ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ**.

اگر رنگیلا رسول کے مصنف کو اس مسئلے کا علم ہوتا یا وہ شیعہ مذہب کو اسلام کا ترجمان سمجھتا تو کیا ''رنگیلا رسول'' میں اس مسئلہ متعہ اور اس کے منقولہ ثواب کی وضاحت کر کے مذہب کی دھجیاں نہیں اڑا سکتا تھا؟

(۴) اب ایک اور حیرت انگیز مسئلہ پیش خدمت کرتا ہوں۔ فروع کافی جلد ص ۱۹۸ مطبوعہ لکھنو میں روایت ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام جاء ت امرأۃ الی عمر فقالت انی زنَیْت فطهِّرنی فامر بها ان ترجم فاخبر بذلك امیرالمومنین صلوات اللہ علیه فقال کیف زنیت فقالت مررتُ بالبادیة فاصابنی عطش شدید فاستسقیتُ أعرابیا فابی ان یسقینی اِلّا ان اُمکنّه من نفسی فلما اجهدنی العطَش و خفتُ علی نفسی سقانی فامکنته من نفسی فقال امیرالمومنین علیه السلام تزویجٌ

و ربّ الکعبۃ۔

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھے پاک کریں۔ آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ملی تو آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تو نے کس طرح زنا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک جنگل میں جارہی تھی کہ مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی (بدو) سے پانی مانگا تو اس نے کہا کہ اس شرط پر پانی دوں گا کہ تو میرے ساتھ ہمبستری کرے جب پیاس نے مجھ کو مجبور کیا اور مجھے موت کا خوف لاحق ہوا تو میں نے اس کو اپنے نفس پر قابو دیا (یعنی ہمبستری کی) اس پر امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے''

اب آپ ہی شاہ صاحب فرمایئے کہ کیا یہ زنا نہ تھا؟ کیا اس پاک مذہب کی خاطر آپ سنی مذہب ترک کرنا چاہتے ہیں؟ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ اس کتاب کی روایت ہے جو شیعہ مذہب میں سب سے زیادہ صحیح کتاب حدیث ہے اور جس کے ٹائیٹل پر حضرت امام مہدی صاحب کا یہ ارشاد لکھا ہوا ہے کہ آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا کہ:

ھٰذا کافٍ لِشِیْعتنا (یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے)

سوال نمبر ⑩

قرآن کی اس آیت کا نشان بتایئے جس میں حکم ہو کہ: ماتم شبیر حرام ہے۔

الجواب

① یہ سوال بھی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اس مسئلہ میں مدعی شیعہ ہیں اور وہ ماتم شبیر کو عبادت قرار دیتے ہیں۔ ثبوت تو مدعی کے ذمہ ہوتا ہے آپ شیعہ علماء سے قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت پیش کرنے کا مطالبہ کریں جس سے ماتم شبیر کا عبادت ہونا صراحتاً

ثابت ہو؟

ہم تو ماتم مروّجہ کے افعال کو خلاف صبر قرار دیتے ہیں اور قرآن مجید میں صبر کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے نہ کہ ماتم مروّجہ کا ارتکاب کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے چنانچہ:

قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ.

''اے ایمان والوں تم مدد حاصل کرو صبر اور نماز کے ذریعہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

۲ اور قرآن مجید کی آیات صبر اور رسول کریم رحمت للعالمین ﷺ کے ارشادات مبارکہ کے تحت ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ حضرت زینب کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ:

''اے خواہر گرامی تم کو میں قسم دیتا ہوں کہ میں جب شہید ہو کر بعالم بقاء رحلت کروں، گریبان چاک نہ کرنا، اور منہ نہ نوچنا، واویلا نہ کرنا۔ پس اہل حرم کو فی الجملہ تسلی و دلاسا دے کر تہیہ سفر آخرت درست کیا۔ الخ۔

(جلاء العیون مترجم مولفہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی، جلد دوم ص ۷۸ امطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس، لاہور)

اور خود رسول کریم رحمت للعالمین ﷺ نے وفات کے وقت حضرت فاطمہ الزہرا کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ:

''اے فاطمہ جب میں مرجاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا۔'' (جلاء العیون مترجم اردو جلد اول ص ۶۷ مطبوعہ لکھنو)

سید باقر حسین شاہ صاحب! اب آپ ہی شیعہ مذہب کے علماء اور مجتہدین سے یہ

پوچھیں کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی یادگار منانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صریح ارشادات کی کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ کیا شیعہ مذہب کی عبادت حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر مبنی ہے؟

سوال نمبر ⑥ :

تفسیر اِتقان جلد اول ص ۶۰ پر علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اقرار کیا کہ ان کے جمع کردہ قرآن میں غلطیاں ہیں مگر ان کی تصحیح عرب خود ہی کر لیں گے۔ جواب دیجیے۔ اس قول کی موجودگی میں قرآن کو غلطیوں سے پاک ماننے کا عقیدہ آپ کے مذہب کے مطابق کس طرح درست ہوا؟

الجواب

① سائل پر لازم تھا کہ وہ اتقان کی اصل عبارت نقل کرتے۔ یا اس کا ترجمہ کسی سنی عالم کے حوالہ سے نقل کرتے تا کہ اس کے بعد اس عبارت پر تبصرہ کیا جاتا۔

② اتقان میں تو یہ لکھا ہے کہ:

الاجماع والنصوص المترادفة علی ان ترتیب الآیات فی سورها بتوقیفه صلی الله علیه وسلم وامره من غیر خلاف فی هذا بین المسلمین۔ (اتقان جلد اول، ص ۶۲ مطبوعہ مصر)

''اجماع اور نصوص متواترہ سے بات ثابت ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں میں آیات کی جو ترتیب ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے توقیفی ہے اور اس میں مسلمانوں میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔''

③ قرآن مجید جو صدیوں سے عالم اسلام میں موجود ہے۔ یہ اس قرآن مجید کی نقل ہے جو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مرتب کر کے مملکت اسلامیہ میں پھیلا دیا تھا۔

اگر شیعہ مذہب کے علماء کے نزدیک یہ صحیح ہے تو فبہا ورنہ وہ صحیح قرآن مجید سامنے کریں۔

④ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مرتبہ و مروّجہ قرآن پر اعتراض کرنے والے اپنے گھر کی بھی خبر لیں کیونکہ شیعہ مذہب کی احادیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو غضبناک ہو کر اصلی قرآن کو بھی امام غائب کی طرح بالکل ہی غائب کر دیا تھا۔ چنانچہ اصول کافی ص ۶۷۱ پر یہ حدیث درج ہے کہ:

عن سالم بن سلمة قال قرأ رجل علی ابی عبدالله علیه السلام وانا استمع حروفا من القران لیس علی مایقرأها الناس فقال ابو عبدالله علیه السلام کف عن هذه القرآء ة اقرأ کما یقرءُ الناس حتی یقوم القائم فاذا قام القائم قرأ کتاب الله عزوجل علی حدّه واخرج المصحف الذی کتبه علی علیه السلام الی الناس حین فرغ منه و کتبه فقال لهم هذا کتاب الله عزوجل کما انزله الله علی محمد صلی الله علیه وآله وسلم جمعته من اللوحین فقالوا هوذا عندنا مصحفٌ جامع فیه القرآن لاحاجة لنا فیه فقال اما والله ماترونه بعد یومکم هذا ابدًا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعته لتقرء وه۔"

اس روایت کا ترجمہ ادیب اعظم سید ظفر الحسن امروہوی نے حسب ذیل لکھا ہے:

''راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھا میں کان لگا کر سن رہا تھا اس کی قراءت عام لوگوں کی قراءت کے خلاف تھی۔ حضرت نے فرمایا اس طرح نہ پڑھو بلکہ جیسے سب لوگ پڑھتے ہیں تم بھی پڑھو۔ جب تک ظہور قائم آل محمد نہ ہو۔ جب ظہور ہوگا تو وہ قرآن کو صحیح صورت میں تلاوت کریں گے اور اس قرآن کو نکالیں گے جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لیے لکھا تھا اور فرمایا جب حضرت علی جمع قرآن اور اس

کی کتابت سے فارغ ہوئے تھے تو آپ نے اس کو حکومت کے سامنے پیش کر کے فرمایا یہ ہے کتاب اللہ جس کو میں نے اس ترتیب سے جمع کیا ہے جس طرح حضرت رسول خدا پر نازل ہوئی تھی میں نے اس کو دولوحوں (لوح دل اور لوح مکتوب) سے جمع کیا ہے انہوں نے کہا ہمارے پاس جامع قرآن موجود ہے ہمیں آپ کے قرآں کی ضرورت نہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ بخدا اس کے بعد اب تم کبھی اس کو نہ دیکھو گے میرا فرض ہے کہ میں تم کو اس سے آگاہ کر دوں تاکہ تم اس کو پڑھو۔''

(شافی اصول ترجمہ کافی جلد دوم کتاب فضل القرآن، ص ۶۳۱)

ترجمہ میں شیعہ ادیب اعظم نے جو یہ لکھا ہے کہ:

''اس قرآن کو نکالیں گے جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لیے لکھا تھا۔''

یہ الفاظ کہ ''اپنے لیے لکھا تھا'' روایت میں نہیں ہیں۔ یہ مطلب ادیب صاحب نے اپنی طرف سے بڑھا لیا ہے تاکہ اہل سنت کو یہ جواب دیا جائے کہ حضرت علی نے جس قرآن کو غائب کیا تھا وہ انہوں نے صرف اپنے لیے لکھا تھا اس لیے قابل اعتراض نہیں۔ لیکن یہ توجیہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر اپنے لیے لکھا تھا تو پھر لوگوں پر پیش کیوں کیا تھا اور خود روایت کے الفاظ سے کہ لتقرء وہ (تاکہ تم اس کو پڑھو) یہی ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کے پڑھنے کے لیے لکھا اور پیش کیا تھا۔'' حالانکہ روایت میں حکومت کا لفظ نہیں بلکہ الناس کا لفظ ہے جس سے عام لوگ مراد ہیں۔ شاید مترجم صاحب نے اس لیے حکومت کا لفظ لکھ دیا ہے تاکہ لوگ اس وقت کی حکومت و خلافت سے بدظن ہو جائیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے لکھے ہوئے قرآن کو قبول نہیں کیا تھا۔ بہرحال اصول کافی کی اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اصلی اور صحیح قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالکل ہی غائب کر دیا تھا۔

② علامہ باقر مجلسی نے یہ روایت لکھی ہے کہ:

''بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزو

دان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا اور مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجر و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مرد مان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان ﷺ سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قوم و نص خلافت جناب امیر پر صریح تھے۔ اس وجہ سے عمر نے اس قرآن کو قبول نہ کیا پس جناب امیر خشمناک اپنے حجرۂ طاہرہ کی جانب تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اب قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔'' (جلاء العیون مترجم اردو جلد اوّل ص ۱۵۰، مطبوعہ لکھنو، ایضاً جلاء العیون جلد اول مطبع انصاف پریس لاہور ص ۲۰۲)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ لکھنو کے ترجمہ میں تو یہ الفاظ ہیں، اس وجہ سے عمر نے اس قرآن کو قبول نہ کیا، اور لاہور کے مطبوعہ ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ:

''اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔''

بہر حال مندرجہ دونوں روایتوں سے بالکل واضح ہے کہ جو قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش فرمایا تھا اس کو انہوں نے قبول نہ کیا اور دوسری روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کی وجہ بھی یہ بیان کر دی ہے کہ اس قرآن میں منافقین قوم کے کفر اور نفاق کے متعلق چند آیات صریح پائی جاتی تھیں اور حضرت علی کی خلافت کے لیے بھی صریح آیات تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو قرآن ان لوگوں کے پاس پہلے سے موجود تھا، اس میں نہ ان منافقین کے خلاف تصریح پائی جاتی تھی اور نہ ہی اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں ان کی خلافت کے لیے تصریح موجود تھی اور چونکہ آج بھی امت مسلمہ کے پاس وہی قرآن ہے جو حضرت عمرؓ اور اصحابِ خلافت کے پاس اس وقت موجود تھا۔ اس لیے اس

قرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص نہیں پائی جاتی۔ تو پھر شیعہ علماء اور مجتہدین موجودہ قرآن میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کی نص کیونکر ثابت کر سکتے ہیں؟ اور یہی وجہ ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق نے اپنے رسالہ ''میں شیعہ کیوں ہوا'' میں اگرچہ دعویٰ یہی پیش کیا ہے کہ بارہ اماموں کی امامت قرآن سے ثابت ہے لیکن وہ اس قرآن میں سے بطور نص کوئی آیت پیش نہیں کر سکے۔ صرف وہی آیات پیش کی گئی ہیں جن میں اگلی امتوں اور ان کے پیشواؤں کا ذکر ہے۔ اگر اس قرآن میں حضرت علیؓ سمیت بارہ ائمہ کی امامت و خلافت کا کہیں ذکر کسی آیت میں پایا جاتا ہے تو پاکستان کا کوئی شیعہ عالم اور مجتہد ہمارے سامنے پیش کر دے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

(۲) حسبِ حدیث اصول کافی جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اصلی اور صحیح قرآن کو غائب کر دیا تو وہ نہ معصوم ثابت ہو سکتے ہیں نہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ قرآن مجید فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (پ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۰)

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ ان واضح بیانات اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جن کو ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد کہ ہم نے ان واضح ہدایات کو اپنی کتاب میں لوگوں (کی ہدایت کے لیے) کھلم کھلا بیان کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور ان ہدایات کو ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں کی توبہ میں قبول کر لیتا ہوں اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت زیادہ

رحم کرنے والا ہوں۔"

اس آیت میں ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنا واضح حکم بیان فرمادیا ہے جو اللہ کی کتاب میں نازل شدہ ہدایات کو چھپاتے ہیں اور ان کو لوگوں پر ظاہر نہیں کرتے۔ تو فرمائیے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انہوں نے غضبناک ہو کر اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ سارا قرآن ہی غائب کر دیا اور پھر اس کو امام غائب صدیوں سے اپنے پاس رکھ کر امت مسلمہ سے غائب کیے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ان کا کیا حال ہوگا العیاذ باللہ۔ اہل السنّت والجماعت تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ انہوں نے صحیح اور اصلی قرآن کو غصہ میں آ کر چھپا دیا تھا لیکن جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے اور حضرت امام مہدی کی مصدقہ کتاب اصول کافی میں جس کا ذکر ہے اور جو شیعہ علماء کے نزدیک سب سے صحیح ترین کتاب ہے ان کے اس عقیدہ کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ ان کو خلیفہ بلافصل ماننا امت مسلمہ پر لازم قرار دیا جائے؟

شاہ صاحب سمجھیں اور غور فرمائیں کہ حضراتِ اہل بیت کی طرف منسوب کردہ اس مذہب کے کیسے کیسے عجیب وغریب عقائد ومسائل ہیں جس کی طرف امتِ مسلمہ کو دعوت دی جا رہی ہے۔

سوال نمبر ④:

خلافت ثلٰثہ کی تائید میں اکثر آپ کی طرف سے قرآن مجید کی آیت استخلاف سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کیا صحاح ستہ میں کوئی ایک بھی ایسی روایت ملتی ہے جو مرفوع ومتواتر ہو اور اس کے راوی تمام ثقہ ہوں جس میں اصحابِ ثلٰثہ میں کے کسی ایک نے دعویٰ کیا ہو کہ آیت استخلاف ہماری خلافت کی دلیل ہے۔ اگر کوئی ایسی روایت ہے تو اس شرط کے

ساتھ مکمل نشان دہی کرائیے کہ سلسلہ رواۃ میں سے کوئی ایک صاحب ضرور موجود ہوں۔

الجواب

① یہ سوال بھی برائے سوال ہے جس سے تحقیق مقصود نہیں۔ کیونکہ ہمارا استدلال آیتِ استخلاف سے یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے جو نزول آیت کے وقت موجود تھے اور ایمان اور عمل صالح سے متصف تھے اور گو اس آیت میں نام کسی خلیفہ کا بھی نہیں ہے لیکن اگر خلفائے ثلٰثہ کو اس آیت کا مصداق نہ قرار دیا جائے تو آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت نبوت عطا کرنے کا وعدہ صحیح نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس حقیقت سے تو کوئی مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد بالترتیب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے ہیں اور ان کے بعد چوتھے نمبر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بالفصل خلیفہ بنے ہیں۔ اب اگر حسب عقیدہ شیعہ خلفائے ثلٰثہ کو برحق خلیفہ نہ تسلیم کیا جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکا اور بجائے مومنین کاملین کے مستحق حضرات کی جگہ غیر مستحق افراد منصب خلافت پر قابض ہوگئے اور حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت سے پہلے تقریباً ۲۴، ۲۵ سال کا طویل عرصہ کسی بالفعل خلیفہ سے خالی رہا تو اس صورت میں کون صاحبِ عقل و ہوش مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوگیا اور جب اس وقت کی تمام امتِ مسلمہ اس حقیقت کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ ان خلفائے ثلٰثہ نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں دین اسلام کو استحکام عطا کیا ہے اور غلبۂ اسلام اس درجہ کا ہوا کہ قیصری و کسریٰ کی صدیوں کی طاغوتی طاقتوں کو ان خلفائے اسلام نے نیست و نابود کر دیا تو اب ان حضرات کو اس بات کے اعلان کی کیا ضرورت تھی کہ آیتِ استخلاف کی پیشگوئی ہمارے حق میں ہی تھی۔

مثلاً ایک شخص آگے کھڑا ہے اور ہزاروں مسلمان اس کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں تو اب اس امام کے لیے اس اعلان کی کیا ضرورت ہے کہ لوگو! میں تمہارا امام ہوں اور میں نے تم کو نماز پڑھائی ہے؟

② اور اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی یہ فرما دیں کہ آیت استخلاف کا مصداق فلاں ہیں تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خلیفہ بلافصل کا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے خلفائے ثلٰثہ کی خلافت راشدہ کے انکار کے لیے کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ نہج البلاغۃ میں اس امر کی تصریح پائی جاتی ہے کہ فارس کی جنگ کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی نے جب بنفس خود تشریف لے جانے کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا:

ان هذا الامر لم يكن نصره ولا خذلانه بكثرة ولا بقلّة وهو دين الله الذى اظهره وجنده الذى اعدّه وامدّه حتىٰ بلغ ما بلغ وطلع حيث طلع و نحن على موعود من الله والله منجز وعده و ناصر جنده۔ الخ

ترجمہ: ''اس امر دین کی کامیابی اور ناکامی (فتح وشکست) لشکر کی کثرت وقلت پر موقوف نہیں ہے اور وہ اللہ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کیا ہے اور یہ اس کا لشکر ہے جس کو اس نے مہیا کیا ہے اور بڑھایا ہے حتیٰ کہ پہنچا جہاں تک کہ پہنچا اور طلوع ہوا جس حیثیت سے کہ وہ طلوع ہوا (اور دُور دُور تک پھیل گیا) اور ہم لوگوں سے اللہ کا ایک وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کی مدد کرنے والا ہے۔'' الخ

یہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے جس وعدے اور اس کے پورا کرنے کا ذکر فرمایا ہے یہ وہی ہے جو سورۃ النور کی زیر بحث آیت استخلاف میں مذکور ہے۔ چنانچہ علامہ میثم بحرانی نے اپنی شرح نہج البلاغۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ارشاد کے تحت لکھا ہے کہ:

ثم وعدنا بموعوده وهو النصر والغلبة والاستخلاف فی الارض کما قال "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ [1] فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" الاية۔ وکل وعد من الله فهو منحز لعدم الخلف فی خبره۔

(نہج البلاغۃ جلد ثالث ص ۱۹۶ مطبوعہ تہران)

(ترجمہ) پھر اللہ نے جو ہم سے وعدہ فرمایا ہے وہ نصرت، غلبے اور ملک میں خلیفہ بنانے کا ہے۔

جیسا کہ ارشاد فرمایا اس آیت میں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے کیونکہ اس کی دی ہوئی خبر کے خلاف کوئی بات نہیں ہوسکتی۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے واضح ہوگیا کہ آپ آیت استخلاف کا مصداق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو قرار دیتے تھے اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ نے غزوہ روم میں بھی حصرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا ہے جس سے حضرت فاروق کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ برحق ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن بخوف طوالت اس

---

[1] مشہور شیعہ مفسر نے اس آیت استخلاف کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے:۔
"ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کرلیا ہے۔ ان کی خاطر پائیدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس نافرمان وہی ہیں۔" (ترجمہ مقبول)

عبارت کو ہم یہاں پیش نہیں کرتے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ نہج البلاغۃ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جن کے متعلق شیعہ علماء یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ لفظ بلفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی ارشادات ہیں۔ اگر اپنی مستند کتابوں سے بھی شیعہ علماء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد تسلیم نہیں کرتے تو پھر ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے۔ واللہ الهادی۔

سوال نمبر ②:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

''افعال قبائح کو قدرت و تمکین بندے پر بخشا اسی (خدا) کا کام ہے۔''

(تحفہ اثنا عشریہ)

جب ہم اس جملے کا تجزیہ کرتے ہیں تو نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اہل سنت صدور برائیوں کا باری تعالیٰ سے تجویز کرتے ہیں۔ اس تجویز سے ذاتِ خداوندی کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہے۔ عقلاً جواب دیں کہ یہ عقیدہ کیونکر معقول ہے؟

الجواب

① سائل نے تحفہ اثنا عشریہ مترجم اردو سے یہ عبارت نقل کی ہے حالانکہ اس میں کتابت کی غلطی پائی جاتی ہے لیکن سائل نے بلافہم اس کو سوال میں نقل کر دیا ہے اگر وہ اتنی فہم رکھتے تو اس اردو عبارت کی تصحیح کر لیتے اب بھی ان پر لازم ہے کہ وہ صحیح عبارت پیش کریں۔

② اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی کا خالق ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. (پارہ ۱۲، سورۃ الرعد ع ۲)

''آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد اور

غالب ہے۔"

(ب) اللہ تعالیٰ نے ہی اچھی یا بری چیز کو پیدا کیا ہے مثلاً ابلیس کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور خنزیر کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ اگر شیعوں کا بھی یہی عقیدہ ہے تو پھر اگر کوئی غیر مسلم یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان اور خنزیر کو کیوں پیدا کیا ہے اور یہ کہے کہ اس مجسمہ شر مخلوق کو پیدا کرنے کی وجہ سے یہ لازم آتا ہے کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ میں شر پائی جاتی ہے تو شیعہ علماء اس کا کیا جواب دیں گے؟

② اور جب ہر چیز کا خالق (پیدا کرنے والا) اللہ ہے تو خیر و شر بھی تو مخلوق ہیں۔ اگر مخلوق ہیں تو ان کا خالق بھی اللہ ہی ہے اور اگر یہ مخلوق نہیں ہیں تو کیا خیر و شر کو شیعہ علماء خالق تسلیم کرتے ہیں۔ ہر انسان کے فعل کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس حقیقت کا اعلان بھی خود اس نے قرآن حکیم میں کر دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (پارہ ۲۳، سورۃ الصف ع ۳)

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اس کو بھی (اس نے پیدا کیا ہے)

یہ قول دراصل امام موحدین حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے جو بالکل حق ہے اور اسی کے مطابق اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے اور حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس مسئلہ کی مدلل وضاحت فرما دی ہے اور اگر سائل اس کے سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ خلق قبیح قبیح نہیں ہے بلکہ کسبِ قبیح قبیح ہے اور اگر سائل صاحب خلق اور کسب میں فرق نہیں کر سکتے تو ایسے علمی مسائل میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟

③ اگر شیعہ انسان کے افعال و اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے تو ان کے افعال کا خالق کون ہے؟ اگر خود وہ انسان ہے تو وہ اس پہلو سے خالق بن گیا۔ جس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر انسان من وجہ خالق ہے تو پھر ایک خالق تو نہ رہا بلکہ شیعہ عقیدہ کے تحت

بے شمار خالق ہوں گے العیاذ باللہ۔

④ ایک انسان چوری کرتا ہے تو یہ اس کا کسب ہے جس کی بناء پر اس کو شرعاً چوری کے جرم کی سزا دی جائے گی لیکن جس ہاتھ سے اس نے چوری کی ہے اس میں قوت رکھنے والا کون ہے؟ صرف ایک اللہ، تو اعتراض تو یہاں بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چور کے ہاتھ کو کیوں طاقت دی تھی اس کو دیکھنے، سننے اور چلنے پھرنے کی کیوں قوت عطا کی تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو یہ جسمانی قوتیں نہ عطا کرتا تو وہ چوری نہیں کرسکتا تھا۔ تو کیا اس بنا پر اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض وارد ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

⑤ سائل صاحب کو بجائے اہل سنت کے ایک صحیح عقیدہ پر اعتراض کرنے کے اپنے مذہب کے مشہور عقیدہ بدا پر غور وفکر کرنا چاہیے تھا جس سے اللہ تعالیٰ کا العیاذ باللہ جاہل ہونا لازم آتا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس عقیدہ ہذا پر بھی حسب مقام تبصرہ کر دیا جائے گا۔ یہاں صرف توجہ دلا دی ہے۔

سوال نمبر ①:

آپ حضرات خود کو سنی یا اہل السنّت والجماعت کہلواتے ہیں۔ براہ مہربانی کتب صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت دکھایئے جس میں ابوبکر، عمر، عثمان میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ میں سنی ہوں یا میرا مذہب اہل السنّت والجماعت ہے۔ حوالہ مکمل دیجیے اور پیش کردہ روایت کی توثیق بھی تحریر فرمایئے۔

الجواب:

① یہاں تو مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق نے حدیث سے اہل سنت ہونے کا مطالبہ پیش کیا ہے لیکن انہوں نے اپنے رسالہ ''میں شیعہ کیوں ہوا'' کے آخر میں مذہب اہل السنّت والجماعت پر جو نمبروار یک صد سوالات وارد کیے ہیں اس میں پہلا

سوال یہ ہے کہ:

آپ کے مذہب کا نام سنی یا اہل سنت یا اہل السنّت والجماعت ہے۔ قرآن کی اس آیت کا نشان دیجیے جہاں آپ کے مذہب کا نام مذکور ہو؟

گویا کہ شیعہ سائل صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اگر قرآن مجید میں یا کسی حدیث میں اہل سنت یا اہل السنّت والجماعت کے الفاظ کا ثبوت نہیں ملتا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذہب اہل سنت برحق نہیں ہے اور پھر سائل موصوف نے نمبر شمار بڑھانے کے لیے اسی ایک سوال کو مختلف اجزاء میں پھیلا کر اس کے دس عدد سوالات بنا دیئے ہیں حالانکہ ان کی یہ روش صرف سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے ہے جس کا تحقیق حق یا تبلیغ حق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر اس قسم کے سوالات کی بنا پر کسی مذہب کے حق اور باطل ہونے کا فیصلہ کیا جائے تو پھر شیعہ مذہب کی حیثیت تو بالکل ختم ہو جائے گی۔

(ا) مثلاً شیعہ مذہب میں حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام غائب حضرت مہدی تک بارہ امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مثل انبیائے کرام کے نامزد ہیں اور وہ انبیائے سابقین حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام سے بھی افضل ہیں اور شیعوں کے نزدیک اصول دین پانچ ہیں۔ توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت، ملاحظہ ہو۔ (تحفۃ العوام حصہ اول ص ۳ مطبوعہ لکھنو ۱۹۳۱ء) اور مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق نے بھی اپنے رسالہ ''میں شیعہ کیوں ہوا'' ص ۴ پر لکھا ہے:

> مذہب شیعہ کے مطابق اسلام کی اساس مندرجہ ذیل پانچ اصولوں پر ہے۔
> (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت و رسالت (۴) امامت (۵) قیامت''

لیکن موجودہ قرآن مجید میں جہاں توحید و رسالت اور قیامت کا جابجا ذکر ملتا ہے وہاں امامت کا مثل نبوت و رسالت کے کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد ایمانیات میں امامت اور اماموں پر ایمان لانے کا کسی آیت میں بھی کوئی حکم

نہیں پایا جاتا مثلاً فرمایا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِكَتِہٖ وَ كُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ ۔ (سورۃ البقرۃ، رکوع ۲۰)

ترجمہ: ''رسول (ﷺ) اس (وحی) پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی (اس پر ایمان رکھتے ہیں) سب کے سب ایمان رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ۔''

یہاں ملٰئکۃ اور رسل پر ایمان لانے کا تو ذکر واضح ہے لیکن امامت اور ائمہ پر ایمان لانے کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نشان بھی موجود نہیں۔

② لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَۃِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ۔

(البقرہ ع ۲۲)

ترجمہ: ''یہ پوری نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق یا مغرب کی طرف کرلو لیکن کامل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر ایمان رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر۔''

اس آیت میں بھی انبیاء، ملائکہ وغیرہ پر ایمان رکھنے کا ذکر تو صراحتاً پایا جاتا ہے لیکن اس میں امامت اور ائمہ کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ شیعہ علماء اس قرآن عظیم میں کوئی ایسی آیت ثابت کر دیں جس میں مومنین کے لیے مثل انبیاء و رسل کے امامت اور ائمہ پر ایمان لانے کا حکم یا ذکر موجود ہے۔

③ تعجب ہے کہ جو انبیائے کرام پہلی امتوں میں گزر چکے ہیں ان سب پر تو ایمان لانے کا ذکر موجود ہے اور ان میں سے بعض انبیائے کرام علیہم السلام کا نام لے کر ان پر اور ان کی کتابوں اور صحیفوں پر ایمان لانے کا تذکرہ پایا جاتا ہے مثلاً:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۔ (البقرہ، ع ۱۶)

ترجمہ: ''تم کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا ہے اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور آپ کی اولاد کی طرف نازل ہوا ہے اور اس پر جو حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ کو دیا گیا ہے اور اس پر جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہے۔''

لیکن حسب عقیدہ شیعہ جن بارہ اماموں پر مثل انبیاء و رسل کے ایمان لانا فرض ہے اور جو انبیائے سابقین علیہم السلام سے بھی افضل ہیں ان پر ایمان لانے کا کوئی حکم نہیں دیا گیا اور نہیں تو کم از کم ان پہلے تین اماموں پر ایمان لانے کا تو ذکر ضروری تھا جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اگر ان تینوں کا نہیں تو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایمان لانے کا ذکر پایا جاتا۔ جو ابو الائمہ ہیں اور حسب عقیدہ شیعہ کلمۂ اسلام میں توحید و رسالت کے بعد ان کی خلافت بلا فصل کا اگر اقرار نہ کیا جائے تو آدمی ایمان سے محروم رہتا ہے خواہ وہ توحید اور رسالت کا اقرار کرلے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت پر ایمان لانا تو کجا علی بن ابی طالب کا تو قرآن میں کہیں نام کے ساتھ کوئی ذکر بھی موجود نہیں ہے تو ان بارہ اماموں میں سے قرآن میں کسی امام کا بھی بہ نشانِ نام ذکر نہ کرنا اور ان کی امامت کے تذکرہ سے بھی قرآن مجید کا خالی ہونا۔ کیا اس امر کی بیّن دلیل نہیں ہے کہ یہ بارہ امام مثل انبیاء و رسل کے کوئی خدائی عہدہ مثل امامت وغیرہ کے نہیں رکھتے جس کی بنا پر مثل انبیاء کے ان پر ایمان لانا واجب ہو؟

④ اہل السنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت حسن عسکری تک سب اولیاء اللہ ہیں، جن میں سے پہلے تین حضرات یعنی حضرت علی،

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شرف صحابیت حاصل ہے اور ان میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے برحق خلیفہ ہیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ بھی برحق ہیں لیکن آپ نے چھ ماہ کے بعد اپنی خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اسلام تسلیم کر لیا اور مع اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان سے سالانہ لاکھوں روپے وظیفہ لیتے رہے۔ اہل سنت ان حضرات کو ان کے درجات کے مطابق مانتے ہیں اور حضرت مہدی قرب قیامت میں پیدا ہوں گے اور خلافت حقہ کے منصب پر فائز المرام ہوں گے لیکن جس طرح ان حضرات کو شیعہ فرقہ کے لوگ مانتے ہیں اس کا موجودہ قرآن مجید میں تو کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

بہرحال اگر اس قرآن میں ان بارہ اماموں کا نام نہیں پایا جاتا جن پر حسبِ عقیدہ شیعہ مثل انبیاء کے ایمان لانا واجب ہے تو اگر اہل سنت یا اہل السنّت والجماعت کے الفاظ قرآن مجید میں نہ موجود ہوں تو یہ کیونکر محل اعتراض بن سکتا ہے؟

۵ لفظ شیعہ کا گو قرآن مجید میں مذکور ہے لیکن اکثر مذموم معنی میں پایا جاتا ہے مثلاً۔

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا.

(پارہ ۲۰، سورۃ القصص رکوع ۱)

شیعہ مفسری مولوی مقبول احمد دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

"بے شک فرعون اس سرزمین میں غالب تھا اور اس کے باشندوں کو اس نے کئی گروہ بنا دیا تھا۔"

لفظ شِيَعًا جمع شِيْعَة کی ہے بمعنی گروہ۔ اگر شیعہ کوئی مذہبی اصطلاح ہے جیسا کہ شیعہ علماء دعویٰ کرتے ہیں تو پھر کہہ سکتے ہیں کہ شیعوں کا بانی فرعون ہے۔

(۲) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَ الشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ

جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝

(پارہ ۱۶ سورہ مریم رکوع ۵)

''سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (اس وقت) جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی۔ پھر ان کو دوزخ کے گرداگرد گھٹنوں کے بل گرا ہوا حاضر کریں گے پھر ضرور ہم ہر گروہ میں سے ان کو الگ کریں گے جو خدا کے برخلاف زیادہ ہیکڑی کرنے والے تھے''۔ (ترجمہ مقبول)

اور اگر شیعہ کوئی مذہبی اصطلاح ہے تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت کے تحت قیامت میں ہر شیعہ کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا؟

ازروئے لغت لفظ شیعہ کا معنی گروہ یا پیروکار کے ہیں اور قرآن مجید میں کہیں بھی کسی مذہبی نام کے طور پر لفظ شیعہ کا استعمال موجود نہیں ہے لیکن شیعہ عموماً یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے اور قرآن میں ان کے شیعہ ہونے کا ذکر حسب ذیل آیت میں ہے۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (پ ۲۳ سورۃ الصّٰفّٰت ع ۳)

ترجمہ: ''اور یقیناً ابراہیم بھی ان (یعنی حضرت نوح) ہی کے پیروؤں سے تھے۔'' (ترجمہ مقبول)

کیا اس ترجمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں لفظ شیعہ کسی مذہبی نام کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کی بنا پر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔

(ب) اگر بالفرض مذہبی نام کی حیثیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے تو پھر تو آپ کی ملت کی پیروی کی بنا پر حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شیعہ ماننا چاہیے لیکن کیا شیعہ مجتہد قرآن یا حدیث سے ثابت کر سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں شیعہ ہوں؟ اور کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو کہ میں شیعہ ہوں؟

سائل پر لازم تھا کہ وہ پہلے حضور خاتم النبیین ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں قرآن یا حدیث صحیح سے یہ ثابت کرتے کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ ہم شیعہ ہیں اور پھر اہل السنّت والجماعت سے یہ مطالبہ کرتے کہ:

''براہ مہربانی کتب صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت دکھایئے جس میں ابوبکر، عمر، عثمان میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ: میں سنی ہوں یا میرا مذہب اہل السنّت والجماعت ہے''۔؟

⑥ اور شیعہ علماء اپنے مذہب کے ثبوت کے لیے جو یہ روایت پیش کرتے ہیں اور مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق نے بھی یہی روایت پیش کی ہے کہ:

قال رسول الله ﷺ یا علی انت و شیعتك هم الفائزون۔

(اے علی تو اور تیرے شیعہ جنتی ہیں)۔ (میں شیعہ کیوں ہوا، ص ۳۷)

قطع نظر اس کے کہ یہ روایت عقائد کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے یا نہیں ہم کہتے ہیں کہ کیا کوئی شیعہ عالم و مجتہد علم و دیانت کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ اس روایت میں لفظ شیعہ کسی مذہبی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہاں بھی لفظ شیعہ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اے علی آپ اور آپ کی پیروی کرنے والے آخرت میں کامیاب ہوں گے۔ اور اگر اس طرح کی روایت کو موجودہ شیعہ اپنے لیے جنت کا ٹکٹ سمجھتے ہیں تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں کو جنتی تسلیم کرنا پڑے گا چنانچہ فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ ص ۹۹ میں ہے:

ینادی مناد الا ان فلان بن فلان و شیعته هم الفآئزون اول النهار و ینادی آخر النهار الا ان عثمان و شِیُعَتَهٗ هم الفائزون۔

''ایک پکارنے والا دن کے اول حصہ میں پکارتا ہے کہ فلاں بن فلاں اور اس کے پیروکار کامیاب ہونے والے ہیں (یعنی جنتی ہیں) اور دن کے آخری حصے میں پکارتا ہے کہ عثمان اور ان کے پیروکار کامیاب ہونے والے ہیں

(یعنی جنتی ہیں)''۔

کیا شیعہ فروع کافی کی اس حدیث کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے گروہ اور پیروکاروں کو جنتی مان لیں گے؟

⑦ مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق نے اپنے رسالہ ''میں شیعہ کیوں ہوا'' ص ۱۸ پر لکھا ہے: مذہب شیعہ امامیہ

ص ۲۱ پر لکھا ہے:

مذہب شیعہ اثنا عشریہ اور ص ۳۶ پر لکھا ہے:

''مذہب شیعہ کے علاوہ کسی مذہب کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ آل محمد کا مذہب ہے۔''

اور ص ۱۰ ا پر لکھا ہے:

''سوائے مذہب اہل بیت کے اس عقیدہ کو کسی دوسرے مذہب نے اپنے اصول دین میں جگہ نہیں دی۔''

تو ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا شیعہ علماء قرآن مجید سے مذہب شیعہ امامیہ۔ مذہب شیعہ اثنا عشریہ، مذہب آل محمد اور مذہب اہل بیت کے الفاظ ثابت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کسی حدیث صحیح سے مذہب شیعہ امامیہ اور مذہب اثنا عشریہ وغیرہ کی اصطلاح کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں اور کیا قرآن مجید سے آل محمد کے الفاظ کا کہیں ثبوت مل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر آئے دن عوام شیعہ کو مطمئن کرنے اور عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کے لیے یہ کیوں پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ قرآن یا حدیث سے سنی۔ اہل سنت اور اہل السنّت والجماعت کے الفاظ کا ثبوت نہیں ملتا۔

علاوہ ازیں ماتم وسینہ کوبی کرنے والوں اور خاص فنکاری کے تحت زنجیر زنی کرنے والے مجاہدین کو ماتمی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے تو کیا ماتمی کا لفظ اور اس مخصوص اصطلاح کا بھی ثبوت مل سکتا ہے؟

⑧ شیعہ احادیث سے ثابت ہے کہ اہل تشیع کا اصلی نام جو اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمایا ہے وہ رافضی ہے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی سب سے زیادہ صحیح ترین کتاب حدیث فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۶ میں ابو بصیر کی روایت میں ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی کہ مخالفین ہم کو رافضی کے نام سے پکارتے ہیں جس سے ہم دل شکستہ ہو گئے ہیں تو امام جعفر صادق نے ان کو تسلی دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ:

لَا وَاللّٰهِ مَاهُمْ سَمّٰوْكُمْ بَلِ اللّٰهُ سَمّٰكُمْ۔

''خدا کی قسم مخالفین نے نہیں بلکہ خدا نے تمہارا یہ نام یعنی رافضی رکھا ہے۔''

تو جب حسبِ ارشاد امام صادق اللہ تعالیٰ نے ان کا نام رافضی رکھا ہے تو شیعہ علماء پر لازم ہے کہ قرآن سے اپنا نام رافضی ثابت کریں اور پھر ہم سے مطالبہ کریں کہ اہل سنت کا نام قرآن سے ثابت کریں۔ کوئی ہے روئے زمین پر ایسا شیعہ عالم و مجتہد جو رافضی کا نام قرآن سے ثابت کر سکے؟

اہل السنّت والجماعت

اہل السنّت والجماعت سے مراد وہ مسلمان ہے جو سنت رسول اور جماعت رسول ﷺ کا ماننے والا ہے۔ بے شک اللہ کے دین کا نام اسلام ہے جس کی بنا پر اسلام پر ایمان لانے والوں کو مسلم، مسلمان اور اہل اسلام کہا جاتا ہے اور شیعہ علماء بھی بوجہ دعویٰ اسلام کے اپنے آپ کو مسلم، مسلمان اور اہل اسلام کہتے ہوں گے اور اسلام پر عقیدہ رکھنے کی بنا پر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسلم ہوں یا میں مسلمان ہوں یا میں اہل اسلام میں سے ہوں تو کیا کوئی صاحب عقل و ہوش انسان اس پر اعتراض کر سکتا ہے کہ تو قرآن میں مسلمان یا اہل اسلام کے الفاظ کا ثبوت پیش کر دے تو مسلمان ہے اور تیرا دین اسلام برحق ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی سنت اور حضور کی جماعت کا

ثبوت موجود ہے تو اگر کوئی مسلمان سنت اور جماعت کو ماننے کی وجہ سے اپنے آپ کو سنی، اہل سنت اور اہل السنّت والجماعت کہدے تو بالکل صحیح ہے اور علم و دیانت کی روشنی میں اس کو مطعون نہیں کیا جا سکتا اور یہاں بوجہ اختصار کے بجائے کتب اہل السنّت والجماعت کے شیعوں کی مستند کتاب نہج البلاغۃ سے سنت اور اس کی اتباع کے لازمی ہونے کا ثبوت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ثابت کیا جاتا ہے تاکہ شیعہ علماء کے لیے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ . (پارہ ۵، سورۃ النساء، ع ۸)

شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی نے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول اور والیانِ امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔ پھر اگر کسی معاملے میں تم میں آپس میں جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو بشرطیکہ تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس آیت کے تحت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

فَرَدُّهٗ اِلَى اللّٰهِ اَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهٖ وَرَدُّهٗ اِلَى الرَّسُوْلِ اَنْ نَاْخُذَ بِسُنَّتِهٖ۔ (نہج البلاغۃ مطبوعہ تہران ص ۱۷۵)

ترجمہ: ''پس اس نزاع کو اللہ کی طرف پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب (قرآن) کے مطابق فیصلہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کی سنت پر عمل کریں۔''

تو جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآن کی مندرجہ آیت سے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا حکم ثابت کیا ہے تو جس مسلمان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کے

متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ رضائے خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اطاعتِ رسول ﷺ سے ہی اطاعت خداوندی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۃ النسآء، آیت نمبر۸۴)

"یعنی جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔"

تو اس نسبت سے اگر وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہے تو اس پر کوئی علمی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ اور سنتِ جامعہ ہی وہ مستقل واسطہ اور ذریعہ ہے جس سے قرآن ملتا ہے۔ قربِ الٰہی کا مقام نصیب ہوتا ہے۔ جنت کا راستہ کھلتا ہے اور حق تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا مسلمان کے لیے اعلیٰ اور اصل نسبت اہل سنت ہونے کی نسبت ہی ہے۔ سنی مسلمانوں نے اس نسبت کے ذریعہ اپنا رابطہ ایمانی رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک کے ساتھ قائم کرلیا ہے اور یہی ان کے اہل حق ہونے کی دلیل ہے لیکن شیعہ فرقہ نے اہل سنت ہونے کا انکار کر کے اپنا ایمانی رابطہ حضور سرورِ کائنات ﷺ سے منقطع کرلیا ہے۔ ہم اپنی امتیازی نسبت اہل سنت ہونے کو افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں اور اس کے بعد دوسرے درجہ پر جماعت رسول ﷺ کے ساتھ اپنی نسبت کا اقرار کرتے ہیں لیکن شیعہ سنتِ رسول ﷺ کی نسبت کا اقرار نہیں کرتے بلکہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اہلِ سنت کی نسبت پر اعتراض کرتے ہیں اور بجائے اس کے وہ اپنی نسبت صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کیونکہ شیعہ سے مراد ہے شیعۃ علیؓ یا شیعان علیؓ یعنی حضرت علی کا گروہ یا ان کے پیروکار۔ بے شک ہم اہل سنت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے درجہ پر برحق خلیفہ مانتے ہیں۔ جنتی مانتے ہیں جامع الکمالات تسلیم کرتے ہیں اور ان کی عظمت شان میں تنقیص وتوہین کو ایمان کے لیے خطرہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن کے ہم دشمن ہیں۔ ان کی محبت کو ہم جزوِ ایمان تسلیم کرتے ہیں لیکن نسبت علی رضی اللہ عنہ سے بہر حال نسبتِ رسول ﷺ اور نسبتِ سنتِ رسول ﷺ اولیٰ اور برتر ہے۔ اگر شیعہ سنتِ رسول ﷺ کی نسبت کا بھی اپنے امتیازی نام میں اظہار کرتے اور

پھر دوسرے درجہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت کا اقرار کرتے تو اور بات تھی لیکن اہل سنت ہونے کی نسبت کو اپنے امتیازی اور خصوصی نام میں بالکل ترک کر کے انہوں نے ارشادات خداوندی مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اور (۲) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران ع ۴) کو نظر انداز کر دیا ہے۔

اس آیت نمبر ۲ کا ترجمہ مولوی مقبول احمد دہلوی نے یہ کیا ہے:

(اے رسول) کہہ دو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ اللہ تمہیں دوست رکھے۔ (ترجمہ مقبول)

② اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے اظہار و اعلان کے بعد ہم بجائے کسی ایک صحابی کے اَلْجَمَاعَةُ کے لفظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام فیض یافتہ اور جنتی جماعت کے ساتھ اپنی دینی نسبت کا اظہار کرتے ہیں۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت چاروں خلفائے راشدین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ لہٰذا اہل السنّت والجماعت وہ جامع نسبت ہے جس میں صرف شیعۂ علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بہر حال فوقیت اور برتری پائی جاتی ہے اور سنت کے بعد جماعت کے تذکرہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام الانبیاء والمرسلین رحمت للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے نہ صرف یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا چند افراد کامل الایمان اور جنتی بنائے گئے ہیں بلکہ ایک عظیم جماعتِ مومنین کو رضائے الٰہی کی اعلیٰ سندیں ملی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو جانے والوں کو ایک اُمت بلکہ خیرِ امت سے خطاب فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ (پارہ ۴، سورۃ آل عمران ع ۱۲)

مولوی مقبول احمد دہلوی شیعہ مفسر نے اس آیت کا یہ ترجمہ لکھا ہے:

”جو امتیں ہدایت مردم کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ ان میں تم سب سے بہتر

ہو۔ نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔" (ترجمہ مقبول)

از روئے احادیث شیعہ سنت و جماعت کی عظمت

① شیعوں کے شیخ ابن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق مؤلف "من لایحضرہ الفقیہ" اپنی کتاب جامع الاخبار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ:

لیس علی من مات علی السنة الجماعة عذابُ القبر و لا شدة یوم القیمة۔

"جو شخص سنت اور جماعت پر مرے گا اس پر عذاب قبر نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر قیامت کی سختی ہوگی۔"

② اسی کتاب میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

الا و من مات علی حب آل محمد مات علی لسنة والجماعة۔ (ص ۱۶۶)

"خبردار! جو شخص حب آل محمد پر مرے گا وہ سنت اور جماعت پر مرے گا۔"

فرمایئے! شیعہ مذہب کی مستند کتاب کی حدیث میں یہ لکھا ہے کہ حب آل محمد پر جس شخص کی موت آتی ہے وہ گویا سنت اور جماعت پر ہی مرتا ہے لیکن اس کے خلاف مولوی عبدالکریم مشتاق وغیرہ شیعہ علماء ایک مستقل مہم چلا رہے ہیں کہ اہل السنت والجماعت ہونا ہی صحیح نہیں اور اہل السنت والجماعت العیاذ باللہ آل محمد سے دشمنی رکھتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل سنت

شیعہ مذہب کی مستند کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک دن جب بصرہ میں خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ:

یا امیرالمومنین علیه السلام اخبرنی من اهل الجماعة و من اهل

الفرقة ومن اهل البدعة ومن اهل السنة فقال۔ ويحك اما اذا سألتنی فافهم عنی ولا عليك ان تسئل عنها احدًا بعدی۔ اما اهل الجماعة فانا ومن اتبعنی وان قلوا وذلك الحق عن امرالله تعالی وعن امر رسوله۔ واهل الفرقة المخالفون لی ولمن اتبعنی وان كثروا واما اهل السنة فالمتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وان قلوا۔ واما اهل البدعة فالمخالفون لامرالله ولكتابه ولرسوله العاملون برأيهم واهواء هم وان كثروا۔

(الاحتجاج للطبرسی جلد اول ص ۲۴۶، مطبوعہ نجف اشرف)

''اے امیرالمومنین! آپ مجھے بتائیں کہ اہل جماعت، اہل فرقہ، اہل بدعت اور اہل سنت، کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ تعجب ہے تجھ پر اور جب تو نے مجھ سے یہ بات پوچھی ہے تو مجھ سے سمجھ لے اور اس کے بعد تجھ پر لازم نہیں ہے کہ میرے بعد یہ بات تو کسی اور سے دریافت کرے لیکن اہل جماعت تو میں ہوں اور میرے پیروکار اگرچہ وہ کم ہوں اور یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کے تحت حق ہے اور اہل فرقہ وہ لوگ ہیں جو میری مخالفت کرنے والے ہیں اور میری اتباع کرنے والوں کے بھی مخالف ہیں، اگرچہ وہ زیادہ ہوں اور لیکن اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ ﷺ کی سنت (طریقے) کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں جو ان کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ تھوڑے ہوں اور لیکن اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنے والے ہیں اور صرف اپنی رائے اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے اہل سنت اور اہل جماعت کی مدح اور

تعریف ثابت ہوتی ہے اور اہل بدعت اور اہل فرقہ کی مذمت واضح ہوتی ہے۔

(ب) اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اہل سنت اور اہل جماعت ہونا مذہبی اصطلاحیں ہیں جو مطلوب ہیں۔

(ج) سائل کے سوال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے بالکل اس امر کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ اہل سنت وغیرہ کے نام اُس زمانہ میں معروف و مشہور تھے اور اہل حق کے لیے اہل سنت اور اہل جماعت کی مذہبی اصطلاحیں استعمال کی جاتی تھیں اور اس کے برعکس دور مرتضوی میں لفظ شیعہ بطور مذہب کے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ ورنہ سائل شیعہ کے متعلق بھی سوال کرتا۔ اور اگر اس نے کسی وجہ سے اس کو نظر انداز کر دیا تھا تو پھر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے مسلمانوں کے اس مجمع میں اعلان فرما دیتے کہ حق فرقہ شیعہ کا ہے اور میں بھی مذہباً شیعہ ہوں اور میرے متبعین بھی لیکن حضرت خلیفہ برحق نے شیعہ مذہب کی طرف کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ بھی نہیں فرمایا اور اس کے برعکس اہل سنت اور اہل جماعت کی پوری وضاحت سے حقانیت بیان فرما دی لیکن آج کے شیعہ تو اہل سنت و جماعت کے نام سے ہی عناد رکھتے ہیں۔ یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ دورِ حاضر کے شیعہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے متبع نہیں بلکہ مخالف ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبین و متبعین اہل السنّت والجماعت ہیں جو سنت رسول اور جماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم دینی اور ایمانی نسبتوں کے مبلغ اور محافظ ہیں اور اہل السنّت اور اہل الجماعت ہونے کو ہی حسبِ ارشاد مرتضوی رضی اللہ عنہ اپنے لیے جنت اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ تسلیم کرتے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل سنت

جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہل سنت ہونا اہل حق ہونے کی نشانی ہے تو پھر آپ کے جگر پارے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کیوں نہ اہل سنت ہوں گے۔ چنانچہ میدان کربلا میں نواسۂ رسول مقبول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے

اپنے طویل خطبہ میں مخالفین پر اتمامِ حجت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ:۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لی ولاخی انتما سیدا شباب اهل الجنة وقرة عین اهل السنة۔"

(تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم ص ۶۲، مطبع بیروت)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ تم دونوں جوانان اہل جنت کے سردار ہو اور تم دونوں اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔''

فرمایئے! مولوی عبدالکریم مشتاق صاحب جیسے شیعہ مصنفین تو اہل سنت کے نام پر اپنے غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں لیکن جن حضرات کا نام لے کر اپنی عزت بناتے ہیں ان کو تو خود رسول اللہ ﷺ نے اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف دورِ حسینی میں بلکہ دورِ رسالت میں بھی اہل سنت ہونے کی اصطلاح رائج تھی۔

اہل السنّت والجماعت جنتی ہیں

① حافظ ابن کثیر محدث سورۃ آل عمران رکوع ۱۱ کی آیت يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (یعنی قیامت کے دن کہ بعض کے چہرے سفید (روشن) ہوں گے اور بعض کے چہرے سیاہ ہوں گے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی یوم القیمة حین تبیض وجوه اهل السنة والجماعة وتسود وجوه اهل البدعة والفرقة قاله ابن عباسؓ۔ (تفسیر ابن کثیر)

''یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ قیامت کے دن جن لوگوں کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے وہ اہل السنّت والجماعت ہوں گے اور جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ اہل فرقہ اور اہل

بدعت ہوں گے۔''

یہاں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہی چار قسموں کا انجام ذکر فرمایا ہے جن کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں ایک سائل کے جواب میں تشریح فرما دی تھی اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی ارشاد حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب محدث رحمہ اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر درمنثور میں نقل کیا ہے۔

② تفسیر درمنثور میں یہ بھی مذکور ہے:

عن ابن عمر عن النبی ﷺ فی قولہٖ تعالی۔ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہ قال تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ اھل السنة و تسوذ وجوہ اھل البدعة۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ قیامت میں اہل سنت کے چہرے سفید (نورانی) ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے کالے سیاہ ہوں گے)۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشاد سے جب اہل السنّت والجماعت کا جنتی ہونا ثابت ہوگیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اہل سنت کی تائید اور اہل بدعت کی تردید فرما دی اور اپنے دور کی مروجہ اصطلاحات سے شیعہ کا مذہبی حیثیت سے اپنے بصرہ کے طویل خطبہ میں کسی قسم کا ذکر ہی نہیں فرمایا تو اب کون اہل دین وعقل یہ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے کہ اصل مذہب شیعہ ہے اور رسول خدا ﷺ شیعہ مذہب کے بانی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مبلغ اور محافظ تھے اور گیارہ اماموں نے شیعیت کی ہی تعلیم دی ہے اور امام مہدی آخری امام شیعہ مذہب ہی کے دفاتر سمیٹ کر کسی غار میں چھپے ہوئے ہیں جب قرب قیامت

میں لوگوں کے سامنے جلوہ فرما ہوں گے تو اصلی قرآن اور اصلی شیعیت سے امت مسلمہ کو روشناس کرائیں گے۔ظہور امام غائب سے پہلے پہلے جو چاہو کرو اور جو چاہو کہو۔ امام کی غائبانہ سرپرستی میں سب کچھ مقبول ہے۔

گر ہمیں مذہب و ہمیں غائب
کار مومن تمام خواہد شد

ہمارے تین سوال

سید باقر حسین صاحب سبزواری! آپ نے جو دس سوالات جناب مولانا سید محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ کو جواب کے لیے ارسال کیے تھے ہم نے ان کا مدلل اور کافی وشافی جواب دے دیا ہے۔ آپ ہمارے جوابات پر بھی غور وفکر کریں اور اپنے ہم خیال دو ہزار افراد کو اکٹھا کر کے ان کو بھی سنائیں۔ اور شیعہ علماء کے سامنے بھی رکھیں اور اپنے تاثرات سے اس خادمِ اہل سنت کو بھی مطلع فرمائیں۔ اب ہماری طرف سے بھی بطور نمونہ بعض سوالات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ مزید اِتمام حجت ہو کر شیعہ مذہب کی اصلی تصویر بے نقاب ہو جائے۔

سوال نمبر ①:

مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق ان دنوں مذہب اہل السنّت والجماعت پر سوالات کی بوچھاڑ کر رہے ہیں جس کا مقصد بظاہر شیعہ مذہب کی حقانیت کا اظہار و پرچار ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ ''میں شیعہ کیوں ہوا'' کے پیشِ لفظ میں انہوں نے لکھا ہے کہ:

رسالہ ہذا میں جہاں ناچیز نے اپنے کئی اعزہ واحباب کے استفسار کو کہ میں نے اپنا آبائی مذہب (اہل السنّت والجماعت) کیوں ترک کیا؟ اور مذہب امامیہ کن خصوصیات کی بناء پر قبول کیا؟ کا جواب لکھنے کی کوشش کی ہے وہاں یہ دعوت دے رہا ہوں کہ معیار علم پر تمام اماموں کو دیکھیں۔ واللہ ائمہ اثنا عشر کے علاوہ

کوئی امام ایسا نہ ملے گا جو راسخون فی العلم کا مصداق ہو۔

اور اسی رسالہ کے آخر میں نجات کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

''اصل دین مذہب شیعہ کی روشنی میں ہم نے یہ ثابت کیا کہ مذہب شیعہ ہی ایسا مذہب ہے جو عین مطابق عقل و دانش اور مقصود قرآن وسنت ہے۔ اس کے علاوہ یہ دعویٰ ہمارے سوا کوئی بھی مذہب نہیں کر سکتا کہ ہمارے مذہب کے تمام احکام سائنٹیفک اور فطری ہیں جنہیں خلاف عقل ثابت نہیں کیا جا سکتا اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دنیا میں صرف اور صرف شیعہ مذہب ہی قابل تقلید ہے۔ مذہب شیعہ کے علاوہ کسی مذہب کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ آل محمد کا مذہب ہے۔ عقل یقیناً اَغیار کی نسبت مذہب آل اطہار کی طرف راغب کرتی ہے۔'' (ص ۳۶، ۳۷)

مولوی عبدالکریم صاحب کے سابقہ حالات زندگی کا ہمیں علم نہیں ہے کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں اور سنی مذہب کے کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور کتنا عرصہ وہ سنی رہے ہیں اور کن سنی علماء سے ان کی عقیدت واتباع کا تعلق رہا ہے اور صرف اپنے مطالعہ کی بناء پر انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کیا ہے یا کسی شیعہ مذہب کے عالم ومجتہد سے فیضیاب ہو کر انہوں نے سنی مذہب ترک کیا ہے لیکن انہوں نے جو پرزور طور پر سنی مذہب کی مخالفت اور شیعہ مذہب کی تائید ونصرت کا طریق کار اختیار کیا ہوا ہے۔ اس کی بنا پر ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ وہ شیعہ مذہب اور شیعہ مذہب کے مجوزہ ائمہ معصومین (بارہ اماموں) کے شدید ترین دشمن ہیں اور شیعہ مذہب کو بدنام کرنے کے لیے ایڑی سے چوٹی تک پورا زور خرچ کر رہے ہیں اور ہمارے اس دعویٰ کے مختصر دلائل حسب ذیل ہیں:

① شیعہ مذہب کی تبلیغ وتشہیر ممنوع ہے اور جو شخص شیعہ ہونے کا مدعی بن کر شیعہ مذہب کی تبلیغ کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل اور رسوا کرتا ہے اور جو شیعہ اپنے دین ومذہب کی تبلیغ نہیں کرتا بلکہ اس کو چھپاتا ہے اس کو بارگاہ الٰہی میں عزت ووقار ملتا ہے۔ چنانچہ:

(ا) شیعہ مذہب کی اصح الکتب کافی میں یہ حدیث موجود ہے۔

عن سلیمان قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ۔

(اصول کافی ص ۴۸۵، مطبوعہ لکھنو، ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء)

ترجمہ: ''فرمایا ابوعبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام نے اے سلیمان تم اس دین پر ہو کہ جس نے (اس کو) چھپایا خدا نے اسے عزت دی اور جس نے ظاہر کیا اللہ نے اسے ذلیل کیا۔''

(شافی [1] ترجمہ اصول کافی جلد دوم کتاب الایمان والکفر ص ۲۴۵، مطبوعہ کراچی)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ کتاب کافی (جو اصول کافی اور فروع کافی کے حصوں پر مشتمل ہے) شیعہ مذہب کے اصول وفروع کی سب سے زیادہ صحیح کتاب حدیث ہے۔ جس کے ٹائیٹل پر یہ لکھا ہوا ہے:

قال امام العصر و حجۃ اللہ المنتظر علیہ سلام اللہ الملک الاکبر فی حقہ ھذا کافٍ لشیعتنا۔

یعنی اس کتاب کافی کے حق میں امام منتظر یعنی امام غائب حضرت مہدی نے فرمایا ہے کہ یہ ''ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔''

اور کتاب کافی کے مؤلف اور مرتب شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی ہیں جو امام مہدی کی غیبت صغریٰ کے زمانہ میں ہوئے ہیں اور ان کا تعلق ان سفیروں سے رہا ہے جو امام غائب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور شیعوں اور امام غائب حضرت مہدی کے مابین یہی سفیر رابطہ کا کام دیتے تھے۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق امام مہدی پیدائش کے بعد غائب ہوگئے تھے اور ان کی غیبتِ صغریٰ کا زمانہ ۶۹ سال ہے جس میں چار سفیر یکے بعد

---

[1] اصول کافی کے اردو ترجمہ شافی کے مصنف شیعہ ادیب اعظم مولوی ظفر الحسن صاحب امروہوی ہیں جو متعدد کتابوں کے مشہور شیعہ مصنف ہیں۔ ۱۲

دیگرے فریضہ سفارت سرانجام دیتے رہے ہیں۔ چوتھے اور آخری سفیر کا نام علی بن محمد ہے۔ ۳۱۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے اور اسی سال مؤلف اصول کافی کا انتقال ہوا ہے۔ آخری سفیر علی بن محمد کی وفات کے بعد امام صاحب کی غیبتِ کبریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے جس میں کسی سفیر کا وجود نہیں رہا اور امام غائب اور شیعوں کا تعلق منقطع ہے اور ۳۱۹ھ سے لے کر آج ۱۳۹۸ھ تک وہ امت مسلمہ سے بالکل غائب ہیں۔ شیعہ علماء و مجتہدین ان کے ظہور کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور شیعوں کو تسلیاں دیتے رہتے ہیں کہ امام غائب جب نمودار ہوں گے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس غیبتِ کبری کی مشکل اور صبر آزما گھڑیوں میں تم خوب زور شور سے چیختے پیٹتے رہو۔ ممکن ہے اس ماتم بے پناہ کی آواز کہیں امام غائب بھی سن لیں اور شیعہ مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے امت کے سامنے تشریف لے آئیں۔ یہ ہے امام مہدی کی مختصر داستان جو ہم نے یہاں پیش کر دی ہے اور یہی وہ سائنٹیفک مذہب ہے جس کی دعوت مشتاق صاحب موصوف دے رہے ہیں۔ جن کے چھٹے امام حضرت جعفر صادق کا ارشاد اسی اصول کافی کا اوپر ہم نے نقل دیا ہے کہ:

> اے سلیمان تم ایسا دین رکھتے ہو جس کے ظاہر کرنے میں خدا کی طرف سے ذلت اور اس کے چھپانے میں اس کی طرف سے عزت نصیب ہوتی ہے۔

تو جب امام معصوم نے دین چھپانے کا حکم دیا ہے اور دین چھپانے میں ہی شیعوں کو دربار الٰہی میں عزت نصیب ہو سکتی ہے تو کیا مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق شیعہ دین و مذہب کی پرزور نشر و اشاعت کر کے اپنے امام معصوم کی مخالفت کے مرتکب نہیں ہوئے اور کیا اس طرح علی الاعلان تبلیغِ مذہب کی بنا پر وہ دربار خداوندی میں بے وقار اور ذلیل نہیں ہیں؟

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اور یہاں وہ یہ تاویل نہیں کر سکتے کہ امام جعفر صادق کے دین چھپانے کی ترغیب و تعلیم کا تعلق اس زمانہ کے لیے ہے جس زمانے میں سنی مسلمانوں کا تسلط اور غلبہ تھا کیونکہ مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ انکم علی دین یعنی تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے گا عزت پائے گا تو امام معصوم نے یہ دین کی صفت بیان فرمائی ہے جس کا زمانہ و حالات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

(ب) اسی اصول کافی میں یہ حدیث منقول ہے:

عن عبدالله بن سليمان عن ابی عبدالله عليه السلام قال قال لی ماذال سرنا مكتوما حتی صارفی يدی ولد كيسان فتحد ثوابه فی الطريق وقری السواد۔ (اصول کافی مطبوعہ لکھنو ص ۴۸۶)

شیعہ ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب امروہوی نے اس حدیث کا ترجمہ یہ لکھا ہے:

''فرمایا ابوعبداللہ یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ہمارا معاملہ ہمیشہ پوشیدگی کے ساتھ رہا ہے لیکن اہل مکر و فریب نے شیعیت کو لیا تو گلی کوچوں میں اور گاؤں گاؤں اعلان کر دیا۔ ولد کیسان سے مراد بعض نے اولاد مختار رحمہ اللہ لی ہے جنہوں نے شیعت کا اعلان بانگ دہل کیا۔''

(شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۲۴۶)

(ج) قال ابوعبدالله عليه السلام يا معلی اكتم امرنا ولا تذعه فانه من كتم امرنا ولم يذعه اعزه الله به فی الدنيا وجعله نوراً بين عينيه فی الآخرة يقوده الی الجنة يامعلی من اذاع امرنا ولم يكتمه اذله الله به فی الدنيا ونزع النور من بين عينيه فی الآخرة وجعله ظلمة تقوده الی النار يا معلی ان التقية من دينی و دين آبائی ولا دين لمن لاتقية له يا معلی ان الله يحب ان يعبد فی السر كما يحب ان يعبد فی العلانية يا معلی ان المذيع لامرنا

کالجاحد لہ۔ **(اصول کافی مطبوعہ لکھنوص ۴۸۶)**

ترجمہ: ''فرمایا حضرت عبداللہ علیہ السلام نے اے معلی ہمارے امر کو چھپاؤ اور ظاہر نہ کرو جو ہمارے امر کو چھپائے گا اور ظاہر نہ کرے گا تو اللہ اس کو دنیا میں عزت دے گا اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور ہوگا جو اسے جنت کی طرف لے جائے گا اور اے معلی جو ہمارے امر کو ظاہر کرے گا اور چھپائے گا نہیں تو خدا اسے دنیا میں ذلیل کرے گا اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ سے نور کھینچ لے گا اور تاریکی اسے کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جائے گی اے معلی تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے جس کے لیے تقیہ نہیں اس کے لیے دین نہیں۔ اے معلی اللہ پوشیدہ عبادت کو اسی طرح دوست رکھتا ہے جیسے ظاہر عبادت کو۔ اے معلی ہمارے امر کا ظاہر کرنے والا ایسا ہے جیسے ہمارے حق کا انکار کرنے والا۔'' (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم، ص ۲۷۴)

امام جعفر صادق کے اس واضح فرمان کی روشنی میں مولوی مشتاق صاحب اپنا انجام معلوم کر سکتے ہیں جو شیعہ دین کی اشاعت و اعلان کی بدولت نصیب ہوگا۔

شواہد

شیعہ مذہب کے چھپانے کی امام جعفر صادق نے تاکید فرمائی ہے اس پر خود ان ائمہ معصومین نے عمل کر کے دکھایا ہے، چنانچہ ① اسی اصول کافی ص ۱۴۲ میں ہے:

عن سعید السمان قال کنت عند ابی عبداللہ اذ دخل علیه رجلان من الزیدیة فقالا له أفیکم امامٌ مفترض الطاعة قال فقال لا قال فقالا لهٗ قد اخبرنا عنک الثقاتُ انک تُفتی وَتقِرّ وتقول بهٖ ونسمّیهم لک فلان و فلان وهم اصحاب ورعٍ و تشمیر وهم مّمِن لایکذب فغضب ابوعبداللہ وقال ما امرتهم بهذا فلمّا رأیا

الغضب فی وجهه خَرَجَا۔

ترجمہ: ''سعید روغن فروش سے روایت ہے کہ میں ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) کی خدمت میں حاضر تھا کہ زیدیہ فرقہ کے دو آدمی آپ کے پاس آئے اور حضرت سے کہنے لگے کیا تم میں کوئی امام مفترض الطاعت ہے یعنی جس کی اطاعت فرض ہے) حضرت نے (مصلحت وقت پر نظر رکھ کر) کہا۔ کوئی نہیں۔ انہوں نے کہا ہمیں معتبر لوگوں سے خبر ملی ہے کہ آپ فتویٰ دیتے ہیں۔ اقرار کرتے ہیں اور قائل ہیں۔ اگر کہو تو ہم ان گواہوں کے نام بتا دیں۔ وہ فلاں فلاں ہیں۔ جو جھوٹ بولنے والے نہیں اور صاحب زہد و ورع ہیں۔ حضرت کو غصہ آیا۔ فرمایا میں نے ان کو ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا۔ جب ان دونوں نے آپ کو غضبناک دیکھا چل دیئے۔ الخ (شافی ترجمہ اصول کافی باب ۳۷، ص ۲۶۵، جلد اول)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق نے اپنے امام مفترض الطاعۃ ہونے کا اقرار نہیں کیا بلکہ انکار کر دیا۔ اور جن مریدوں نے آپ کے امامِ مفترض ہونے کی تبلیغ کی تھی ان کے متعلق فرما دیا کہ میں نے ان کو ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا۔

② عن ابان بن تغلب قال سمعت ابا عبدالله علیه السلام یقول کان ابی علیه السّلام یُفْتِی فِی زَمَنِ بنی اُمیّة انّ ماقتل البازی والصقر فهو حلال وکان یتقیهم وانا لا اتقیهم وهو حرامٌ ماقتل۔ (فروع کافی جلد دوم ص ۸۰، حصہ دوم مطبوعہ لکھنو)

ترجمہ: ''ابان بن تغلب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے والد یعنی امام محمد باقر علیہ السلام بنی امیہ کے زمانہ میں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ باز اور شکرا جس پرندے کو قتل کر دیں وہ حلال ہے اور میرے والد بنی امیہ سے تقیہ کرتے تھے لیکن میں ان سے تقیہ نہیں کرتا اور (میرا فتویٰ یہ ہے کہ) وہ شکار حرام ہے جس کو باز اور شکرا قتل کر دے۔''

فرمایئے! امام محمد باقر اور ان کے فرزند امام جعفر صادق دونوں حسبِ اعتقاد شیعہ امام معصوم ہیں لیکن والد یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ فلاں شکار حلال ہے اور صاحبزادہ صاحب فتویٰ دے رہے ہیں کہ وہ حرام ہے۔ اب یہ کیونکر معلوم ہو کہ کس کا فتویٰ شیعہ مذہب کے مطابق ہے اور کس کا مخالف اور کس نے تقیہ اختیار کیا ہے اور کس نے نہیں کیا کیونکہ یہ وہی امام جعفر صادق ہیں جنہوں نے دو آدمیوں کے دریافت کرنے پر اپنے امام ہونے کا ہی انکار کر دیا تھا جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث نمبر ① میں بیان ہو چکا ہے۔

③ عن زرارة بن اعين عن ابی جعفر قال سألته عن مسئلة فاجابنی ثم جآء ہ رجل فسأله عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی ثم جآء اخرفاجابه بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجّلان قلت یا ابن رسول الله رجلان من اهل العراق من شیعتکم قدماً یسئلان فاجبت کل واحد منهما بغیر ما اجبت بہٖ صاحبه فقال یازراره ان هذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولوا جتمعتم علی امرواحد لصدّقکم الناس علینا وکان اقلّ لبقائنا وبقائکم ثم قال قلت لابی عبدالله شیعتکم لوحملتموهم علی الاسنّة اوعلی النارلمضوا وهم یخرجون من عندکم مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیه۔"

(اصول کافی کتاب العلم ص ۳۸، مطبوعہ لکھنو)

ترجمہ: "زرارہ بن اعین سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے میں نے ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت نے اس کا جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور یہی مسئلہ پوچھا آپ نے میرے جواب کے علاوہ جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور یہی مسئلہ پوچھا آپ نے میرے جواب کے علاوہ جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اس کو میرے جواب سے علیحدہ جواب دیا اور دوسرے کے جواب سے بھی

الگ۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تو میں نے کہا یا ابن رسول اللہ یہ دونوں عراقی آپ کے پرانے شیعوں میں سے ہیں۔ ان دونوں کے سوالوں کے جواب آپ نے الگ الگ کیوں دیئے۔ فرمایا۔ اے زرارہ یہی بہتر ہے۔ ہمارے اور تمہارے لیے۔ اگر تم ایک ہی امر پر جمع ہو جاؤ تو مخالف تم کو اپنی مجلس سے نکال دیں گے اور پھر تم ہمارے پاس کہنے آؤ گے کہ خروج کیجیے۔ اس طرح ہمارا اور تمہارا دنیا میں رہنا کم ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے شیعہ ایسے پکے ہیں کہ اگر آپ حکم دیں کہ جنگ میں سینوں سے نیزے تان دیں یا آگ میں کود پڑیں تو وہ آپ کے حکم سے منہ نہ پھیریں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ آپ سے مختلف جواب سنیں۔ پس حضرت نے وہیں جواب دیا جو ان کے والد ماجد نے دیا تھا۔''

(شافی ترجمہ اصول کافی جلد اوّل کتاب العقل والجہل باب ۲۲ ص ۷۲)

④ سمعت ابا عبدالله علیه السلام يقول من عرف انا لا نقول الا حقًا فليكتف بما يعلم منا فان سمع منا خلاف ما يعلم فليعلم ان ذلك دفاع منا عنه۔ (اصول کافی کتاب العلم ص ۳۸، مطبوعہ لکھنو)

ترجمہ: ''میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام (یعنی امام جعفر صادق) کو فرماتے سنا جو شخص یہ جانتا ہے کہ ہم نہیں کہتے مگر حق تو اس کو چاہیے کہ اکتفا کرے اس پر جو ہم سے جانا ہے اور اگر ہم سے کوئی بات ایسی سنی جو حکم خدا کے خلاف ہو۔ تو سمجھ لے کہ ہم نے تم سے دشمنوں کے ضرر کا دفع چاہا ہے یعنی بصورت تقیہ اس کو بیان کیا ہے۔'' (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اوّل ص ۷۲)

تبصرہ

مندرجہ بالا تین حدیثوں سے شیعہ مذہب اور شیعہ اماموں کی حقیقت واضح ہو جاتی

ہے۔ حدیث (۱) سے واضح ہوا کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق دو معصوم اماموں نے ایک ہی چیز کے متعلق متضاد فتوے دیئے۔ ایک نے اس کو حلال فرمایا اور دوسرے نے اس کو حرام قرار دیا اور حدیث نمبر (۲) سے ثابت ہوا کہ ماشاء اللہ ایک ہی امام معصوم ایک مسئلہ کے ایک ہی نشست میں تین تین مختلف جواب دیتے ہیں اور اپنے پرانے وفادار شیعوں کو بھی یکساں طور پر حق بات نہیں بتاتے جو ان کے لیے ہر طرح قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ اور حدیث نمبر (۳) سے واضح ہو گیا کہ امام جعفر صادق یہ بھی فرما رہے ہیں کہ:

''ہم نہیں کہتے مگر حق لیکن اسی وقت یہ بھی فرما رہے ہیں''۔

''اپنے مخلص راز داروں سے کہ اگر ہم سے کوئی بات ایسی سنی جو حکم خدا کے خلاف ہو''۔

یعنی وہی امام صاحب جو حق ہی کہتے ہیں اگر کبھی حکم خدا کے خلاف بات فرما دیں تو تم ان کی سچائی میں شک نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تمہاری جان بچانے کے لیے حکم خدا کے خلاف ارشاد فرما دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ یہ ہے شیعہ مذہب کی اصح الکتب میں امام جعفر صادق کی حق پرستی، صاف گوئی اور خدا خوفی کا حال جن کا لقب ہی صادق ہے۔ فرمایئے! ان احادیث کے باوجود مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق یہی اعلان فرما رہے ہیں کہ:

واللہ ائمہ اثنا عشر (بارہ اماموں) کے علاوہ کوئی امام ایسا نہ ملے گا جو راسخون فی العلم کا مصداق ہو۔

ہمارے مذہب کے تمام احکام سائنٹیفک اور فطری ہیں جنہیں خلاف عقل نہیں ثابت کیا جا سکتا۔''

ــــ واقعی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ایسے کسی زمانے میں معصوم امام نہیں پائے جاتے جو حکم خدا کے خلاف بات فرماتے ہوں اور جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے میں ماہر ہوں اور جو اپنے جانباز شیعوں کو بھی حق نہ بتائیں اور جن کے دین کی خصوصیت یہ ہو کہ اس

کے چھپانے سے جنت ملتی ہے اور اس کے ظاہر کرنے سے دوزخ، اگر مذہب شیعہ یہی ہے تو صحیح عقل وفطرت والا تو اسے ایک لمحہ کے لیے بھی قبول نہیں کرسکتا۔ ہاں اہل تشیع کی عقل وفطرت پر یہ پورافٹ آتا ہو تو ان کا معاملہ جدا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کی اجازت

قیل لابی عبدالله علیه السلام ان الناس یَرُوون ان علیًا علیه السلام قال علی منبر الکوفة ایها الناس انکم ستدعون الی سَبِّیْ فسبّونی ثم تدعون الی البراءة مِنّی فلا تبرّء وامِنّی فقال ما اکثر ما یکذب الناس علی علیٍّ علیه السلام ثم قال انما قال انکم ستدعون الی سَبِّیْ فسبونی ثم تدعون الی البرآءة منی وانی علی دین محمد صلی الله علیه واله ولم یقل لاتبرء وامنی۔

(اصول کافی باب التقیہ ص ۴۸۴)

ترجمہ: ''ابوعبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام سے کہا گیا کہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر کہا۔ لوگو۔ عنقریب تم سے کہا جائے گا کہ مجھے گالی دو۔ تو تم مجھے گالی دے دینا اور اگر مجھ سے براءت ظاہر کرنے کو کہیں تو نہ کرنا۔ حضرت نے فرمایا۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیسا جھوٹ بولا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت نے تو یہ فرمایا کہ تم سے مجھے گالی دینے کو کہا جائے گا تو تم مجھے گالی دے دینا اور اگر مجھ سے براءت کو کہا جائے تو میں دین محمد پر ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم مجھ سے اظہار براءت نہ کرنا۔'' (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۲۴۲)

شیعوں کو شک تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کے متعلق گالیاں دینے کی اجازت دی ہے یا نہیں تو امام جعفر صادق نے ان کا یہ شک دور فرمادیا اور واضح کردیا کہ اگر لوگ تم کو یہ کہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دو تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دے دی

ہے اور اس کی بھی اجازت ہے کہ تم مخالفین کے کہنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دو کیونکہ آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

سبحان اللہ! ابو الائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حسبِ حدیثِ شیعہ کس قدر معقول اور پاکیزہ تعلیم اپنے شیعوں کو دے رہے ہیں فرمایئے۔ اس سے زیادہ معقول یا نامعقول مذہب اور کس کا ہوسکتا ہے جس کی دعوت مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق تمام عالم اسلام کو دے رہے ہیں؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کی عقل کرشمہ ساز کرے

تقیہ کی نماز کا ثواب

وروی عنه عمر بن يزيد انه قال مامنكم احد فيصلى صلوة فريضة فى وقتها ثم يصلىّ معهم صلوة تقية وهو متوضى الاكتب الله بهاخمسا وعشرين درجة فارغبوا الى ذلك۔

(من لايحضره الفقيه۔ باب الجماعة)

''اور عمر بن یزید نے امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص باوضو اپنے وقت میں نماز پڑھ لے اور ان کے ساتھ بطور تقیہ نماز پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں پچیس درجے عطا کرے گا۔ لہٰذا تمہیں چاہیے کہ اس کام کی طرف رغبت کرو''۔

۲ وروی عنه حماد بن عثمان انه قال من صلى معهم فى الصف الاول كمن صلى خلف رسول الله فى الصف الاول

اور امام جعفر صادق سے حماد بن عثمان نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ان (یعنی غیر شیعہ) کے ساتھ صف اوّل میں نماز پڑھ لے وہ ایسا

ہے کہ گویا اس نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف اول میں نماز پڑھی۔" (ایضاً من لا یحضرہ الفقیہ)۔

ماشاء اللہ کتنا سائنٹفیک مذہب ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز

مندرجہ دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کو اہل سنت کی اقتداء میں نماز کا بہت زیادہ ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ گویا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف اوّل میں نماز پڑھی ہے اور یہ روایتیں "من لا یحضرہ الفقیہ" کی ہیں۔ جو شیعہ مذہب کی ان چار کتابوں میں سے ایک ہے جن پر شیعہ مذہب کا دارومدار ہے یعنی (۱) کافی (اصول و فروع) (۲) من لا یحضرہ الفقیہ (۳) تہذیب الاحکام (۴) الاستبصار۔

قارئین حیران ہوں گے کہ شیعوں کو اپنے مذہب کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب کم ملتا ہے اور ان کے مذہب کے مخالف امام کے پیچھے نماز کا ثواب بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ گویا ان کو خود رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز نصیب ہوگئی ہے تو اس قسم کی روایات وضع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ تو حقیقت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے تو اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز کو تقیہ پر محمول کر کے ان کی اس نماز کی برتری ثابت کرنے کے لیے ان کی پیروی میں ازروئے تقیہ نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ قرار دیدیا تا کہ شیعہ مطمئن رہیں اور یہ نہ کہہ سکیں کہ جیسا حسب اعتقاد شیعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حضرت ابوبکر غصب کرنے والے تھے اور آپ نے اپنی خلافت کے استحکام کے لیے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بھی ظلم وستم کا نشانہ بنایا تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود معصوم ہونے کے ایک غیر معصوم کے پیچھے اور خلیفہ بلافصل ہونے کے باوجود ایک ظالم وغاصب کے پیچھے نماز جیسی اعلیٰ فرض عین عبادت کیوں ادا کی؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنا احادیث

شیعہ سے ثابت ہے چنانچہ شیعہ مذہب کی مستند کتاب احتجاج طبرسی میں ہے:

ثم قام و تهيأ للصلوة وحضر المسجد وصلىّ خلفَ ابی بکرٍ۔

ترجمہ:''پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور آپ نے نماز کی تیاری کی اور مسجد میں حاضر ہوئے اور ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔'' (جلد اوّل ص ۱۲۶، مطبوعہ تہران)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

① حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ:۔

وما من الامة احد بايع مكرها غير علىٍّ وار بعتنا۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۱۱)

''اور امت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جبراً بیعت کی ہو (یعنی سب نے خوشی سے بیعت کی ہے) سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ہم چار اشخاص)

اور وہ چار اصحاب جنہوں نے بقول شیعہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت مجبوری سے کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ ہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، مقداد رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق اس کتاب کے ص ۱۱۰ پر یہ لکھا ہے کہ:

ثم تناول يد ابی بكر فبايعه ۔

''پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حضرت) ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور آپ سے بیعت کی۔''

اور پھر اسی کتاب میں اس کے برعکس یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر ان کے ہاتھ بیعت کرلی۔

فاصبح و بكر الى على عليه السلام وقال ابسط يدك يا ابا

الحسن ابایعك واخبره بما قدرأی۔ قال فبسط علی یده فمسح علیها ابوبکر و بایعه وسلم الیه۔ الخ۔ (احتجاج طبرسی جلداول ص ۱۸۴)

''پس ابوبکر رضی اللہ عنہ صبح سویرے ہی علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ پھیلائیں اے ابوالحسن میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اور جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی۔ راوی کہتا ہے کہ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت کر لی۔ اور خلافت ان کے سپرد کر دی۔''

اس قسم کی روایت کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

② امام جعفر صادق کی روایت میں فرماتے ہیں:

فلذلك کتم علیٌّ علیه السلام امرَهٗ و بایع مکرهاً حیث لم یجد اعوانا۔ (فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنو ص ۱۳۹)

ترجمہ: ''پس اسی لیے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے امر (دین و خلافت) کو چھپایا اور (حضرت ابوبکر کی) مجبوراً بیعت کر لی جب کہ آپ نے اپنے مددگار نہ پائے۔''

علیؓ و فاطمہؓ کی بے وقاری

① حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہی کی ایک طویل روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ وہ ان کی بیعت کر لیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کا استحقاق پیش کرتے ہوئے حضرت ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ تو اس کے بعد جب رات پڑی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو گدھے [1] پر سوار کر

---

[1] اور حضرت فاطمہ الزہراء کو گدھے پر سوار کرنے کی روایت علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین میں بھی درج کی ہے (حق الیقین ص ۱۴۱، مطبوعہ تہران)

کے انصار و مہاجرین کے گھروں میں جا جا کران کو اپنی مدد کے لیے بلایا لیکن سوائے چار صحابہؓ کے کسی نے حمایت نہ کی:

فلما كان الليل حمل فاطمة عليها السلام على حمار ثم دعاهم الى نصرته فما استحاب له رحل غيرنا اربعة۔ (احتجاج طبرسی ص ۱۰۸)

''اور جب رات پڑی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ کو گدھے پر سوار کیا اور لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا تو سوائے ہم چار اشخاص کے کسی نے آپ کی نصرت نہ کی۔''

② شیعوں کے رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی نے بھی لکھا ہے کہ:۔

''جب رات ہوئی جناب امیر حسنین رضی اللہ عنہما کو اپنے ہمراہ لے کر ایک ایک گھر میں مہاجر و انصار کے تشریف لائے اور ان کو عقوبات الٰہی سے ڈرایا اور وصیت رسول خدا کو جو بمقام غدیر فرمائی تھی پڑھ کر سنایا اور ان سے نصرت و یاری چاہی مگر سوائے چوبیس آدمیوں کے اس گروہ بے شرم سے کسی نے قبول نہ کیا اور جب صبح ہوئی چار آدمیوں سے زیادہ بیعتِ جناب امیر پر قائم نہ تھے۔ اسی طرح تین رات تک ہر شب جناب امیر ان لوگوں کو دعوت بیعت فرماتے اور ان سے طلب یاری کرتے تھے مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت دیگر تین آدمیوں کے سوا اور کسی نے بیعت قبول نہ کی۔''

(جلاء العیون مترجم اردو جلد اوّل ص ۱۴۹ مطبوعہ لکھنو)

③ ایضاً جلاء العیون ص ۱۵۲ میں ہے:

''پس وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیر میں ریسماں (یعنی رسی) ڈال کر مسجد میں لے گئے اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں، اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمر نے تازیانہ جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا شکستہ ہوگیا اور سوج گیا پھر بھی جناب فاطمہ نے

جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا اور ان اشقیا کو گھر میں آنے سے منع کیا یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرادیا اور پسلیوں کو شکستہ کیا اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہ کے تھا اور حضرت رسول نے اس کا محسن نام رکھا تھا شہید کیا۔ الخ

حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کی بے عزتی کی

حضرت فاطمہؓ الزہرا اپنے قضیہ فدک کے معاملہ میں گھر سے نکل کر تنہا کوشش کرتی رہیں اور جب واپس گھر تشریف لائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی فرمائی۔ چنانچہ شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

''پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ برگردید وحضرت امیر انتظار معاودت اومیکشید چوں بمنزل شریف قرار گرفت از روئے مصلحت خطابہائے شجاعانہ درشت با سید اوصیاء نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان در خانہ گریختہ ای و بعد ازاں کہ شجاعان دہر را بخاک ہلاک افگندی مغلوب ایں نامرداں گردیدہ ای'' الخ۔ (حق الیقین ص ۲۰۳)

ترجمہ: ''پس جب حضرت فاطمہ اپنے گھر میں واپس تشریف لائیں تو حضرت امیر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) آپ کا انتظار فرما رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ گھر میں تشریف فرما ہوئیں تو انہوں نے از روئے مصلحت بہادرانہ طور پر سید اوصیاء حضرت علی سے بہت سخت باتیں کیں اور فرمایا کہ اس بچے کی طرح پردہ نشین ہو گیا ہے جو ماں کے پیٹ (رحم) میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور خائنوں کی طرح بھاگ کر گھر میں بیٹھ گیا ہے اور بعد اس کے کہ تو نے زمانہ کے بہادروں کو موت و ہلاکت کی خاک میں ملایا ہے (اب) ان نامردوں کے مقابلہ میں مغلوب ہو گیا ہے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حلیہ پر اعتراض

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دینے کا ارادہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ظاہر فرمایا۔ تو علامہ باقر مجلسی نے اس سلسلہ میں یہ روایت درج کی ہے:

''پس جب ارادۂ تزویج فاطمہ ہمراہ علیؑ ہوا۔ جب فاطمہ سے پنہاں حضرت نے بیان کیا۔ جناب فاطمہ نے کہا میرا اختیار آپ کو ہے ولیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علی بزرگ شکم (یعنی بڑے پیٹ والے) اور بلند دست ہیں اور بند ہائے استخوان گندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں۔ اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں۔ حضرت نے فرمایا مگر اے فاطمہ تمہیں نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ جانب دنیا متوجہ ہوا اور مجھے جمیع مردان عالمیان سے اختیار کیا پس دوسری دفعہ پھر دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور علی کو مردان عالمیان سے اختیار کیا اور پھر تیسری دفعہ دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور زنان عالمیان سے تجھے اختیار کیا۔''

(جلاء العیون جلد اول ص ۳۰، مطبوعہ لکھنو)

فرمایئے! حسب اعتقاد شیعہ فرمان رسالت مآب کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تمام جہانوں میں دوسرا درجہ ہے اور معصوم ہیں اور انبیائے سابقین سے بھی افضل ہیں لیکن حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا باوجود معصوم ہونے اور تمام عورتوں سے افضل ہونے کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حلیہ پر اعتراض کر رہی ہیں اور آپ کی صورت کو پسند نہیں کرتیں اور پھر یہ نہیں کہ اپنی کسی سہیلی سے بیان کر رہی ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحوالۂ زنانِ قریش عرض کر رہی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو حلیہ وہ پیش کر رہی ہیں اور جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔ وہ حلیہ تمام جہانوں میں سے دوسرے درجے کی حسین شخصیت کا تو معلوم ہی نہیں ہوتا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اعتراض سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قبل ازیں حضرت علی المرتضیٰ کی اس اعلیٰ شان کا علم ہی نہیں تھا حالانکہ

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ معصوم حضرات ماکان و مایکون جانتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مدد نہیں کی

اور غالبًا (حسبِ اعتقادِ شیعہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا کی قضیہ فدک میں مدد نہیں فرمائی اور حضرت فاطمہ کی دشمنوں کے ہاتھوں پسلیاں ٹوٹتی رہیں حتیٰ کہ فرزند محسن بھی شہید ہوگیا تو ایسا علوم ہوتا ہے (حسبِ اعتقادِ شیعہ) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دل میں ایک رنج وغصہ رکھا ہوا تھا کہ حضرت فاطمہ نے نکاح سے پہلے ان کی صورت پر کیوں اعتراض کیا ہے اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی غالبًا نکاح کے بعد بھی مطمئن نہیں ہوئیں اسی لیے تو بالکل خاوند کا احترام نہیں کیا اور شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر یہاں تک طعن کر دیا کہ اس طرح گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا ہے جس طرح رحمِ مادر میں بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں بھی دین چھپایا ہے

خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین کے ۲۴، ۲۵ سالہ دورِ خلافت میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مغلوب تھے ہی لیکن تعجب ہے کہ اپنے دورِ خلافت میں اسلامی لشکروں کے باوجود آپ نے اپنا صحیح دین ظاہر نہیں فرمایا بلکہ انہی احکام شریعت کو نافذ فرمایا جو خلفائے ثلٰثہ نے جاری فرمائے تھے چنانچہ آپ نے اپنے اہل خانہ اور خواص شیعہ کے سامنے اس حقیقت کا اظہار اس طرح فرمایا کہ:

قد عملت الولاة قبلی اَعمالا خالفوا فیها رسول الله متعمدین لخلافه ناقضین لعهده مغیّرین لسنته ولوحملتُ الناس علی ترکها وحولتها الی مواضعها والی ماکانت فی عهد رسول الله صلی الله علیه واله لتفرّق عنّی جندی حتی اَبقٰی وحَدِی او

قليلٌ من شيعتى الذين عرفوا فضلى او فرض امامتى من كتاب الله عزّ ذكرهٗ وسنة نبيه صلى الله عليه واله ـ أرأيتم لو امرت بمقام ابراهيم عليه السلام فرددت الى الموضع الذى وضعه فيه رسول الله ورددت فدك الى ورثة فاطمة عليها السلام۔ ورددت قضايا من الجور قضى بها ونزعت نساء تحت رجال بغير حق فرددتهن الى ازواجهنّ...... وامرت باحلال المتعتين وامرت بالتكبير على الجنائز خمس تكبيرات...... وحملت الناس على حكم القرآن۔ اذا لتفرقوا عنى الخ۔

(فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۹، ۳۰)

شیعہ مناظر مولوی محمد اسماعیل آنجہانی نے اس روایت کا ترجمہ یہ کیا ہے:

''امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ فرمایا۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد متوجہ ہوئے اس وقت آپ کے پاس اہل بیت اور کچھ خواص اور شیعہ بیٹھے تھے فرمایا مجھ سے پہلے والوں نے کچھ ایسے اعمال کیے ہیں جن میں انہوں نے جان بوجھ کر رسول کی مخالفت کی ہے اور حضرت کے عہد کو توڑا ہے اور حضور کی سنت کو بدلا ہے۔ اگر میں لوگوں کو ان اعمال کے ترک کرنے پر آمادہ کروں اور ان اعمال کو ان کے اصل مقام پر لوٹا دوں اور ویسے ہی کر دوں جیسے کہ عہد رسالت مآب میں تھے تو میرا لشکر مجھے چھوڑ جائے گا حتیٰ کہ میں تنہا رہ جاؤں گا یا میرے قلیل شیعہ رہ جائیں گے جنہوں نے میری فضیلت کو اور میری امامت کے فرض ہونے کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مانا ہے مجھے بتاؤ اگر میں مقام ابراہیم کی نسبت حکم دوں کہ اسے اسی مقام پر لوٹا دو جہاں رسول اللہ نے رکھا تھا اور فدک کو فاطمہ کی طرف لوٹا دوں اور ظلم کے وہ تمام فیصلے بدل دوں جو جور سے کیے گئے ہیں۔ اور غلط نکاحوں سے لوگ عورتیں لیے بیٹھے ہیں، ان کو ان کے اصلی خاوندوں کی طرف

لوٹا دوں اور متعۃ الحج اور متعۃ النساء کے حلال ہونے کا فتویٰ دوں اور پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنے کا امر کروں اور لوگوں کو قرآن مجید پر آمادہ کر دوں تو اسی وقت سب لوگ مجھ سے متفرق ہو جائیں گے۔ الخ

(جواب الاستفسارات ص ۷)

یہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے ارشادات کی روشنی میں حسبِ عقیدہ شیعہ خلافت مرتضوی اور خلافت بلافصل کا جامع شرعی خاکہ۔ ماشاء اللہ کتنی معقول اور مقدس خلافت ہے اور کتنے بے نظیر امام ہیں کہ احکامِ جور کو خود بھی نافذ کرتے ہیں۔ لوگوں نے گھروں میں ناجائز نکاحوں کی عورتیں رکھی ہوئی ہیں۔ خلاف قرآن نظام نافذ ہے۔ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں بھی متعہ حسب سابق حرام ہے اور کسی کو متعہ کر کے العیاذ باللہ حسنؓ، حسینؓ، علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے اور امام برحق کے وقار و اقتدار کا یہ حال ہے کہ اگر آپ صحیح نظامِ شریعت جاری رکیں تو آپ کا لشکر بھی آپ کو چھوڑ دے یہاں تک کہ آپ تنہا رہ جائیں گے یا چند عدد شیعہ۔ کیا (حسبِ اعتقاد شیعہ) ایسی خلافت اور ایسے بلافصل خلیفہ و امام کی دعوت مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق جیسے مصنفین اہل اسلام کو دے رہے ہیں؟ ماشاء اللہ (حسبِ اعتقاد شیعہ) ایسا امام و خلیفہ اور ایسا نظامِ حق تو انسانی تاریخ میں نہ کسی نے دیکھا ہے اور نہ دیکھے گا۔ عبرت، عبرت، عبرت

شیعوں کی تعداد

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف تین ہی شیعہ رہ گئے تھے۔ سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ اور مقدادؓ اور اپنے دورِ خلافت میں اگر اعلان حق فرماتے تو غالباً تنہا ہی رہ جاتے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تو اپنی خلافت ہی چھوڑ دی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت اختیار کر لی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی تقیہ کیا اور بظاہر خلفائے ثلثہ کا دین ہی قائم رکھا۔ اور آپ کی

شہادت کے بعد صرف پانچ شیعہ باقی رہ گئے۔ چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری (جن کو شیعہ شہید ثالث کہتے ہیں) نے لکھا ہے کہ:

از حضرت زین العابدین روایت کردہ اند کہ تمام مردم بعد از قتل حسین مرتد شدند اِلاّ پنج کس۔ ابوخالد و یحییٰ بن امّ الطّویل۔ و جبیر بن مطعم و جابر بن عبداللہ انصاری و شبکہ حرم محترم حضرت امام حسین بود (مجالس المومنین مجلس پنجم، ص ۱۴۵)

ترجمہ: ''اور امام زین العابدین سے روایت ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام سب مرتد ہو گئے لیکن پانچ آدمی، ابوخالد کابلی اور یحییٰ بن ام الطویل اور جبیر بن معطم اور جابر بن عبداللہ انصاری اور شبکہ کہ جو حرم محترم علیہ السلام تھے

(مجالس المومنین مترجم ص ۴۹۵، مطبوعہ شمسی مشین پریس آگرہ ہندوستان)

اور خود امام زین العابدین نے تو یزید کی بیعت قبول کر لی تھی:

فقال له علی بن الحسین علیهما السلام قد اقررت لك بما سألت انا عبدٌ مکرهٌ لك فان شِئت اَمسِك و ان شِئت بِع فقال له یزید اولی لك حَقَنتَ دمك ولم ینقصك ذلك من شرفك۔

(فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ ص ۱۱۰)

''پس علی بن حسین (یعنی امام زین العابدین) نے اس (یعنی یزید) سے کہا کہ جو تو چاہتا ہے میں تیرے لیے اس کا اقرار کرتا ہوں میں تو تیرا ایک مجبور غلام ہوں۔ اگر چاہے تو اپنے پاس رکھے اور اگر چاہے تو بیچ دے۔ اس پر آپ کو یزید نے کہا کہ تو نے اچھا کیا۔ اپنا خون بچا لیا اور اس بات نے تیری شان کو کم نہیں کیا۔''

اور علامہ باقر مجلسی نے بھی لکھا ہے کہ:

''حضرت نے فرمایا جو کچھ تو نے کہا میں نے قرار کیا۔ یزید نے کہا تو نے اپنی

جان کی حفاظت کی اور تمہارے شرف و بزرگی سے کچھ کم نہ ہوا۔"

(جلاء العیون مترجم جلد دوم ص ۳۱۶، مطبوعہ لاہور)

اور امام جعفر صادق کو تو تین بھی راز دار شیعہ نہ مل سکے:

فرمایا ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) نے۔ ابو بصیر، خدا کی قسم اگر میں تم میں تین شیعہ امامیہ پالیتا جو از راہ تقیہ ہماری بات کو بصیغۂ راز رکھتے تو میرے لیے اپنی بات کو ان سے چھپانا جائز نہ ہوتا۔ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۲۶۷)

اور امام موسیٰ کاظم کو تو بمشکل دو شیعہ حاصل ہوئے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے کہ:

"کتاب کشی میں مذکور ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے کسی کو ایسا نہیں پایا کہ جو میرے امر کو اختیار کرے اور میرے پدر بزرگوار کے اصحاب کے قدم بقدم چلے سوائے دو شخصوں کے کہ خدا ان پر اپنی رحمت فرمائے۔ ایک عبداللہ بن ابی یعفور۔ دوسرے حمران بن ایمن، لیکن یہ دونوں ہمارے شیعوں میں مومنین خالصین میں سے ہیں۔" (مجالس المومنین مترجم ص ۴۹۷)

شیعوں پر اللہ کا غضب

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ غضبناک ہوا ہمارے شیعوں پر (بہ سبب ترک تقیہ) پس اختیار دیا مجھے اپنے اور ان کے قتل ہونے کے درمیان۔ پس میں نے اپنی جان دے کر ان کو بچا لیا۔" (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اوّل کتاب الحجۃ، ص ۲۹۷)

امام غائب اور شیعہ

حسبِ اعتقاد شیعہ امام حسن عسکری کے بعد آخری امام مہدی بچپن میں ہی ۲۳/ رمضان ۲۵۹ھ سے غائب ہیں۔ کسی غار میں تشریف فرما ہیں اور امت کے سامنے آنے کا

نام ہی نہیں لیتے اور جب آپ کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تیرہ پوری ہو جائے گی تو بڑے جاہ و جلال سے ظہور فرمائیں گے۔ چنانچہ علامہ خلیل قزوینی شرح اصول کافی میں لکھتے ہیں:۔

''منقول است کہ اگر عدد ایشاں بہ سی صد و سیزدہ کس باہیئت اجتماعی رسد امام ظاہر می شود۔'' (صافی شرح اصول کافی کتاب الحجہ، ص ۳۶)

منقول ہے کہ اگر اجتماعی حیثیت سے آپ کے پیروکاروں کی تعداد تین سو تیرہ کو پہنچ جائے تو آپ ظاہر ہو جائیں)

اور امام مہدی کے نہ ظاہر ہونے کی وجہ بھی یہ ہے کہ ان کو اپنے قتل ہونے کا خوف ہے چنانچہ اصول کافی کتاب الحجہ ص ۲۱۲ مطبوعہ لکھنو میں روایت ہے:

عن زرارة قال سمعت ابا عبدالله عليه السلام يقولُ ان للقائم غيبة قبل ان يقوم انه يخاف۔ واومی بيده الی بطنهٖ يعنی القتل۔"

ترجمہ: ''زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا کہ قائم آل محمد کے لیے بچپن ہی میں غیبت ہوگی خوف کی وجہ سے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے شکم کی طرف یعنی قتل کے خوف سے۔''

(شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول کتاب الحجہ ص ۴۰۵)

رسول اللہ امام مہدی سے بیعت ہوں گے

صدیوں غائب رہنے کے بعد جب ۳۱۳ جانبار شیعوں کی تعداد مکمل ہونے پر قتل کا خوف زائل ہوگا اور امام غائب (مہدی) ظاہر ہوں گے تو سب سے پہلے آپ کی بیعت العیاذ باللہ امام الانبیاء والمرسلین رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کریں گے۔ چنانچہ شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

''و نعمانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل

محمد ﷺ بیروں آید خدا او را یاری کند بملائکہ واوّل کسیکہ با او بیعت کند محمدؐ باشد وبعد ازاں علی۔"

ترجمہ: نعمانی نے حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جب قائم آل محمد یعنی امام مہدی باہر نکلیں گے اور خدا فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد کرے گا تو سب سے پہلے جو آپ کی بیعت کریں گے وہ محمد رسول اللہ ہوں گے اور آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بیعت کریں گے۔"

(حق الیقین ص ۳۴۷)

العیاذ باللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

یہ ہے مختصر داستانِ امامت (حسبِ اعتقاد شیعہ) جو خلیفہ اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لے کر امام غائب حضرت مہدی تک ختم ہوتی ہے اور اس شان سے ختم ہوتی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ بھی آخر میں امت کے بارہویں اور آخری امام کی بیعت کر لیتے ہیں۔ کتنا معقول ہے یہ سلسلہ امامت کہ جس کے سامنے نہ صرف نبوت بلکہ ختم نبوت کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ اور یہی وہ امامت ہے جس کی طرف مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق بکمالِ اشتیاق امت مسلمہ کو دعوت دے رہے ہیں۔

بریں عقل و دانش بہ باید گریست

حاصلِ کلام

مذہب شیعہ کی مستند کتابوں سے جو تفصیلات امامت اور ائمہ کے بارے میں سابقہ اوراق میں پیش کی گئی ہیں ان سے آفتاب کی روشنی کی طرح اس امر کا بین ثبوت ملتا ہے کہ شیعہ مذہب کی تبلیغ واشاعت ممنوع ہے۔ یہ مذہب قابل کتمان واخفا ہے اور حسبِ اعتقاد شیعہ اماموں نے ہمیشہ دین خداوندی کو چھپایا ہے بلکہ خلافِ دین حق عقائد ومسائل کا اظہار کیا ہے (جس کو ان کی اصطلاح میں تقیہ کہتے ہیں جس میں شیعہ دین کے ۹ حصے پائے

جاتے ہیں) اور العیاذ باللہ یہی وہ بیباک تقیہ ہے جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو بھی قربِ قیامت میں بارھویں اور آخری امام غائب کا مطیع کر دینا ہے۔ تو اب ہمارا پہلا سوال یہی ہے کہ جب شیعہ مذہب کتمانِ حق اور تقیہ یعنی اظہار خلافِ حق پر مبنی ہے جس کے متعدد شواہد پیش کر دیئے گئے ہیں تو پھر مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق شیعہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت پر جتنا زیادہ زور دے رہے ہیں یہ شیعہ مذہب اور شیعہ مذہب کے ائمہ معصومین کی کھلی مخالفت پر مبنی ہے۔ جو حسبِ روایت اصول کافی اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے لہٰذا مولوی عبدالکریم صاحب موصوف ان دو باتوں میں سے کسی ایک کا اعلان کر دیں؟

① وہ دراصل شیعہ نہیں ہیں، اس لیے ائمہ اثنا عشریہ کے ارشادات کی مخالفت کر کے دوسرے شیعوں کو بھی عملاً مخالفت ائمہ کے راستے پر چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

② وہ شیعہ ہیں لیکن شیعہ مذہب کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر شیعہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے ہیں۔ اب ائمہ شیعہ کے مندرجہ بالا ارشادت کی روشنی میں انہوں نے شیعہ مذہب کی حیثیت پہچان لی ہے اس لیے آئندہ اپنی ساری عمر تقیہ اور کتمانِ حق میں گزاریں گے تاکہ ائمہ اثنا عشر کی اتباع کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکے۔

سوال نمبر ②:

مذہب شیعہ کا اقرار کرنے کی صورت میں مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق سے ہمارا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضور خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کا مقصد غلبہ دین فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ پارہ نمبر ۲۶ سورۃ الفتح کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِیْٓ [1] اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا.

---

[1] مولوی مقبول احمد دہلوی نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے:

''اور اللہ جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کرے۔اور اللہ اس کی گواہی دینے والا کافی ہے۔''

② تمام انبیاء ورسل پر تبلیغ احکام خداوندی فرض ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ .

(پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب ع ۵)

ترجمہ:''یہ سب پیغمبران گزشتہ ایسے تھے کہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور دیکھ بھال کے لیے اللہ کافی ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اور اس باب میں اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے۔''(مولانا اشرف علی تھانویؒ)

(ب) مولوی مقبول احمد دہلوی شیعہ مفسر نے یہ ترجمہ کیا ہے:

''پیغمبر ایسے لوگ ہیں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے۔''

③ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

ترجمہ:''جب آئی اللہ کی مدد اور فتح (ہوگیا مکہ) اور دیکھا تم نے لوگوں کو کہ خدا کے دین میں گروہ (کے گروہ) داخل ہو رہے ہیں تو اب تم اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھو اور اس سے طلب مغفرت کرو۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' (ترجمہ مقبول شیعہ مفسر)

④ رسول اللہ ﷺ کے جانشینوں (خلفاء) کے متعلق اعلان فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى

الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ.

(پارہ ۱۸، سورۃ النور، رکوع ۷)

''ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے ان کی خاطر سے پائدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس نافرمان وہی ہیں۔'' (ترجمہ مقبول)

مندرجہ بالا چار آیتیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ

(ا) رسول اللہ ﷺ کی آخری زمانہ میں بعثت وتشریف آوری کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو دوسرے تمام باطل دینوں پر غالب کرے۔

(ب) تمام انبیاء ورسل پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ فرض ہوتی ہے اور وہ تبلیغ حق کے سلسلہ میں کسی مخلوق سے بھی نہیں ڈرتے۔ وہ صرف ایک اللہ کی عظمت سے ڈرتے ہیں۔

(ج) حسبِ اعلانِ خداوندی دورِ رسالت میں اللہ کا دین غالب ہوا اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتے گئے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے عالمِ اسلام کا مرکز فتح ہو گیا۔

(د) اس غلبۂ دین اور فتح مکہ اور فتح عرب کے بعد چونکہ سلسلہ نبوت ختم ہو جانے کی وجہ سے کسی نبی کی پیدائش متوقع نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے غلبہ دین کو باقی

رکھنے اور دینِ حق کو اطرافِ عالم میں پھیلانے کے لیے اپنی حکمت کاملہ کے تحت رسول اللہ ﷺ کے بعد ایسے خلفاء اور جانشینوں کے ہونے کو وعدہ فرمادیا جن کے ذریعہ وہ اپنے دین حق کو طاقت دے اور ان کا سابقہ خوف زائل کر دے۔ جو کفار اور مشرکین کی طرف سے ان کو لاحق تھا۔

(ب) اس آیت استخلاف میں لفظ مِنکُمْ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وعدۂ خلافت ان مومنین صالحین سے ہے جو اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت موجود تھے اور سورۃ الحج رکوع ۶، پارہ ۱۷ کی آیت تمکین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلافت اور تمکین دین کا وعدہ ان مہاجرین صحابہؓ سے ہے جن کو گھروں سے نکالا گیا تھا۔ چنانچہ فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ن o الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ...... اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ .

''ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس لیے اجازت دی گئی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا اور بے شک اللہ ان کو مدد دینے پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے جو اپنے ملک سے صرف اتنی بات کہنے پر نکالے گئے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔

وہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں تمکین دیں گے تو وہ (باقاعدہ) نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم کریں گے اور بدی سے مانع ہوں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔'' (ترجمہ مقبول احمد دہلوی)

مندرجہ دونوں آیتوں یعنی آیتِ استخلاف اور آیت تمکین سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین صحابہ میں سے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور جانشین بنائے گا اور ان کی اس موعودہ خلافت میں ان کو اسی دین اسلام کی طاقت دے گا جو اس نے ان کے لیے پسند کیا

ہے۔ دشمنانِ اسلام ان کے سامنے مغلوب ہوں گے اور وہ خلفاءؓ نہ صرف یہ کہ خود نماز اور زکوٰۃ کے پابند ہوں گے اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہوں گے بلکہ وہ اپنے اسلامی اقتدار کے تحت لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور برائی اور خلاف شرع امور سے روکیں گے اور جو لوگ ان کی ناقدری اور ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوں گے۔ اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ خلافت کیا مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں پورا ہوا؟ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو صحابہؓ یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے وہ مہاجرین سابقین میں سے تھے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان حضرات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو طاقت دی اور خصوصاً خلفائے ثلثہ کو تو حق تعالیٰ نے وہ اسلامی شوکت و غلبہ، تمکنت و اقتدار عطا فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کی کافرانہ سلطنتیں زیر و زبر ہو گئیں۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل سے زیادہ وسیع زمین کفر پر اللہ کا دین نافذ ہو گیا اور خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دور خلافت میں غازیانِ اسلام نے بر و بحر پر غلبہ پالیا اور عثمانی فوجیں پرچم فتح و نصرت لہراتے ہوئے کابل قندھار تک پہنچ گئیں۔ خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تقریباً چھ سالہ خلافت میں کوئی کفر کا علاقہ تو مفتوح نہیں ہوا لیکن آپ نے اپنے حدود خلافت میں اللہ کا دین نافذ کر کے خلافت راشدہ کا نور پھیلا دیا لیکن آیت استخلاف اور آیت تمکین کے تحت خلفائے ثلثہؓ کی خلافت راشدہ کو اگر نہ تسلیم کیا جائے اور حسبِ عقیدہ شیعہ ان کو خلیفہ جور قرار دیا جائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہی پہلا خلیفہ یعنی خلیفۂ بلافصل تسلیم کیا جائے تو پھر ان دونوں آیتوں میں جس خلافت منصورہ کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ ابھی تک پورا نہیں ہوا اور شیعہ علماء ان دونوں آیتوں کا مصداق حضرت علی کو نہ ثابت کر سکنے کی وجہ سے بڑے پریشان ہیں اور کھینچ تان کر ان آیات کا مصداق قرب قیامت میں آنے والی امام مہدی کی خلافت کو قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ ان کی یہ تاویل بالکل باطل ہے کیونکہ۔

(ا) آیت میں مِنکُم کے لفظ کا یہ تقاضا ہے کہ دورِ رسالت کے اہل ایمان کو یہ نعمتِ خلافت نصیب ہو اور امام مہدی ان میں شامل نہیں ہیں۔

(ب) اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِھِمۡ کی آیت تمکین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدۂ خلافت مہاجرین صحابہؓ سے ہے حالانکہ امام غائب (حضرت مہدی) مہاجرین صحابہؓ میں شامل نہیں کیے جاسکتے کیونکہ وہ تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں (حسب اعتقاد شیعہ)

(ج) اور یہ بھی عجیب فہم ہے کہ آیت استخلاف کے وعدہ کا مصداق حضرت مہدی کو قرار دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ وعدہ رسول خدا ﷺ کے خلفاءؓ اور جانشینوں کے متعلق کیا ہے اور مذہب شیعہ کے عقیدہ میں بارہ امام اپنے اپنے دَور امامت میں آنحضرت ﷺ کے خلیفہ بھی ہیں اور بالخصوص ابوالخلفاء خلیفۂ بلافصل حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ تو ان گیارہ ائمہ اور خلفاء کو بالکل محروم کر کے قرآنی آیت کی مراد صرف امام مہدی کو تسلیم کیا جائے۔ یہ نظریہ کتنا غیر معقول اور بے بنیاد ہے اور پھر جب شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل مانتے ہیں اور نہ صرف اذان بلکہ کلمۂ اسلام وایمان میں بھی ان کی خلافت بلافصل کا اعلان واظہار کرتے ہیں لیکن اس آیت استخلاف کا ان کو مصداق نہیں قرار دیتے حالانکہ وہ اگر عنداللہ خلیفۂ اول ہیں اور شیعوں کو ان کے خلیفہ بلافصل ہونے کا یقین ہے تو پھر ان کو حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل کی دلیل میں زیر بحث دونوں آیتوں یعنی آیت استخلاف اور آیت تمکین کو پیش کرنا چاہیے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضور خاتم النبیین ﷺ کے خلیفہ اور جانشین قائم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے تو اس کا مصداق حضور کا پہلا خلیفہ ہی نمبر اوّل کے طور پر ہونا چاہیے۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ اور نوبت بہ نوبت دوسرے خلفاء کو اس وعدہ کے تحت تسلیم کیا جائے لیکن شیعہ علماء و مجتہدین بھی مجبور ہیں کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ کو نامزد خلیفہ بلافصل ماننے کے باوجود شیعہ مذہب نے جو ان کی خلافت کا نقشہ پیش کیا ہے اس کی بنا پر تو مذکورہ دونوں آیتوں کی بیان کردہ

خلافت کی نشانیوں میں سے کوئی ایک نشانی بھی ان میں نہیں پائی جاتی۔ اس سلسلہ میں ہم نے شیعہ احادیث کی جو تفصیل پیش کی ہے اس سے تو حسبِ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

① جس کتاب خداوندی کا انہوں نے نظام حق جاری کرنا تھا اور جو انہوں نے بڑی محنت و کاوش سے مرتب کی تھی۔ اسی (اصلی قرآن) کو تو آپ نے انتہائی غصہ سے مغلوب ہو کر بالکل ہی غائب کر دیا۔ اور قرآن کے بعد پھر بارہویں امام بھی بالکل غائب ہو گئے۔

② خلفائے ثلثہ کے دورِ خلافت میں شیعوں کے خلیفہ بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنے بے بس اور مغلوب تھے کہ تمام مہاجرین و انصار میں سے (جو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فیض یافتہ جماعت تھی اور جنہوں نے ہجرت کے بعد آٹھویں سال سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مرکز اسلام مکہ کو فتح کر لیا تھا اور جس جماعت کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں حکومت الٰہیہ قائم فرمائی تھی اور جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرما دیا تھا) صرف تین صحابہؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حمایت کی۔ یعنی مقدادؓ، سلمان فارسیؓ اور ابوذر غفاریؓ۔ اور دورِ صدیقی میں ہی شیرِ خدا اس قدر مغلوب ہو چکے تھے کہ خاتون جنت (حضرت فاطمۃ الزہراؓ) نے بڑا سخت طعن دے کر آپ کو اٹھانا چاہا لیکن آپ تحفظ خلافت کی خاطر میدان میں آنے کی جرأت نہ کر سکے (اور وہ طعنہ یہ تھا کہ تو ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے بچے (جنین) کی طرح گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا ہے)۔

③ خلافت ثلثہ کا دور گذر جانے کے بعد بھی آپ کی مقبولیت کا یہ حال تھا کہ آپ نے اپنے اہل بیت اور خاص شیعوں کے سامنے یہ صاف بیانی کر دی تھی کہ گو میں خلیفہ وقت ہوں لیکن میری مملکت میں منکرات کا سلسلہ قائم ہے۔ متعہ بھی حرام ہے اور لوگوں نے ناجائز طور پر عورتیں گھروں میں رکھی ہوئی ہیں۔ تراویح کی بدعت بھی جاری ہے اور حکم قرآن بھی نافذ نہیں ہے۔ مجھ سے پہلے جو نظام حکومت خلفائے ثلثہؓ نے نافذ کیا تھا اور جو سنت و شریعت کے بالکل خلاف ہے وہی میری خلافت میں بھی قائم ہے اور حال یہ ہے کہ

اگر میں ہمت کر کے کتاب وسنت کا صحیح نظام جاری کر بھی دوں تو میرا اپنا لشکر بھی مجھ کو چھوڑ دے گا حتیٰ کہ میں اکیلا رہ جاؤں گا اور شاید چند میرے مخلص شیعہ میرے ساتھ قائم رہ سکیں۔ اس لیے اس انجام بے وقاری اور بے عزتی سے یہی بہتر ہے کہ میں منکرات کو ہی جاری رکھوں اور ان کی اصلاح کا نام نہ لوں بعد میں میرے شیعہ تاویلیں کر کر کے میری خلافت بلافصل ثابت کرتے رہیں گے اور راز کی بات تو یہی ہے جو کسی خاص شیعہ ہی کو بتائی جاتی ہے کہ ولایت اور امامت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اس کا اخفاء باعث عزت ہے اور اس کا اظہار باعث ذلت ہے۔ اسی لیے تو میں نے خلفائے ثلثہ کے زمانے میں بھی تقیہ جیسی عظیم عبادت پر عمل کیا ہے اور اب بھی دراصل اسی تقیۂ مقدسہ کا فریضہ ادا کر رہا ہوں۔ اس لیے میں ہی اللہ تعالیٰ کا نامزد خلیفہ بلافصل ہوں۔ اسی عقیدہ سے آخرت میں نجات ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کی نعمت نصیب ہوگی۔ ماشاء اللہ

سید باقر حسین شاہ صاحب: مولوی عبدالکریم مشتاق صاحب اور دیگر شیعہ علماء و مجتہدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا وہ (اپنے عقائد ونظریات کے باوصف) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں کامیاب خلیفہ ثابت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں

سوال نمبر ③:

اللہ کے دین کا اصل الاصول کلمۂ اسلام ہے۔ تمام ملت اسلامیہ کا اجماعی طور پر ایک ہی کلمہ اسلام ہے جو دورِ رسالت، اور دورِ خلافت سے لے کر آج تک متواتر چلا آتا ہے یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اور سوادِ اعظم اہل السنّت والجماعت اور تمام امت مسلمہ جس کلمۂ اسلام وایمان کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کے الفاظ بھی قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ چنانچہ سورۃ محمدؐ میں ہے۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور سورۃ فتح میں ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

کلمۂ اسلام کے دو جزو ہیں۔ توحید اور رسالت کا اقرار۔ چنانچہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے

اللہ تعالیٰ کی توحید اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے حضور خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لیے کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے صرف توحید و رسالت کا اقرار لیا ہے۔ جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کر لیتا تھا اس کو مسلم بھی قرار دیا جاتا تھا اور مومن بھی اور اس کے بعد دوسرے اسلامی فرائض نماز و روزہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی اور سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسلام قبول کرنے کے لیے صرف توحید و رسالت کا اقرار لیتے تھے۔ اس کلمۂ اسلام میں اللہ اور رسول کے علاوہ کسی اور شخصیت کا اقرار نہیں کرایا جاتا تھا۔ چنانچہ بطور نمونہ احادیث اہل سنت حسبِ ذیل ہیں۔

احادیث اہل سنت

① قال رسول الله ﷺ لمعاذ بن جبل حين بعثه الى اليمن انك ستاتى قوماً من اهل الكتاب فاذجئتهم فادعهم الى ان يشهدوا ان لآ اله الا الله وانّ محمدًا رسول الله فان هم اطاعوا لذلك فاخبرهم ان الله فرض عليهم خمس صلواتٍ فى كل يوم وليلةٍ (الحديث) (صحیح بخاری کتابِ المغازی)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ آپ اہل کتاب کی قوم کے پاس آئیں گے اور جب ان کے پاس آئیں تو انہیں اس بات کی دعوت دیں کہ وہ یہ اقرار کر لیں: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ. پس اگر وہ اس کو (یعنی توحید و رسالت) مان لیں تو پھر ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ الخ

② رئیس یمامہ حضرت ثمامہؓ بن آثال کے قبول اسلام کے متعلق روایت ہے کہ:

فاغتسل ثم دخل المسجد فقال اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه۔

ترجمہ: ''پھر حضرت ثمامہ نے غسل کیا۔ پھر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. کا اقرار کیا۔'' (ایضاً صحیح بخاری کتاب المغازی)

③ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ میں لکھا ہے کہ: (اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ'' تو فوراً پکار اُٹھے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه. (سیرۃ النبی حصہ اول)
اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ توحید و رسالت کا اقرار کرنے سے آدمی مسلم بھی ہو جاتا ہے اور مومن بھی۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ کلمۂ اسلام قرآن کی آیت اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کے حکم کے تحت پڑھا تھا یعنی جب اللہ تعالیٰ کا حکم سنا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو آپ توحید و رسالت کا اقرار کر کے ایمان لے آئے۔ شیعہ علماء کہتے ہیں کہ توحید و رسالت کا اقرار کرنے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے سے آدمی مسلمان تو ہو جاتا ہے لیکن مومن نہیں ہوتا۔ مومن ہونے کے لیے ان کے نزدیک توحید و رسالت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و خلافت کا اقرار بھی ضروری ہے لیکن ایمان کی یہ تعریف ان کی بالکل خود ساختہ اور بے بنیاد ہے جس کا کتاب و سنت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

احادیث شیعہ

شیعہ رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

① پس وحی نمود کہ اے محمد برو سوئے مردم وامر کن ایشیاں را کہ بگویند لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (حیات القلوب جلد دوم ص ۳، مطبوعہ لکھنو)

ترجمہ: ''پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا کہ اے محمد۔ آپ لوگوں کے پاس

جائیں اور ان کو حکم دیں کہ وہ یہ کہہ لیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

② رسول اللہ ﷺ کی پہلی زوجہ مکرمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جب اسلام لائیں تو حضور نے ان سے فرمایا کہ:

بگو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ایضاً جلد دوم ص ۲۵۳)

③ شیعہ مذہب کی اصح الکتب اصول کافی مقدمہ امام غائب میں امام محمد باقر کی یہ روایت ملتی ہے کہ:

ثم بعث الله محمدًا وهو بمكة عشر سنين فلم يمت فى مكة فى تلك العشر سنين احدٌ يشهدان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الا ادخله الجنة باقراره۔"

ترجمہ: اس کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا وہ مکہ میں دس سال اس طرح رہے کہ لا اله الاالله محمد رسول الله کی گواہی دے کر مرنے والا کوئی نہ تھا۔ خدا نے جنت لازم کی اقرار شہادتیں پر۔

(شافی شرح اصول کافی جلد دوم ص ۴۳ از سید ظفر الحسن امروہوی)

④ شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی نے ترجمہ قرآن پارہ ۲۱ کے ضمیمہ میں فتح خیبر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"آپ نے تمام اہل قلعہ کو دخل دائرہ اسلام کیا۔ مرحب کی بہن کو جو آئندہ زوجۂ رسول ہونے والی تھیں، عزت واحترام سے خدمت رسول میں بھجوا دیا۔ اور حکم جناب رسول خدا کی اس طرح تعمیل کی کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ فقط اہل قلعہ سے کہلوا دیا بلکہ آج تک صولت حیدری کے خوف سے پانچوں وقت مسلمان ہر جگہ پکارتے ہیں۔" (اشارات تفسیر یعنی ضمیمہ مقبول ص ۹۰)

⑤ جنگ خندق میں حضرت علی المرتضٰی نے ایک مشہور کافر پہلوان عمرو بن عبدود کے سامنے تین باتوں میں سے پہلی بات یہ پیش کی کہ: تو کلمۂ شہادت زبان پر جاری کر لے اور یہ کہہ لے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه.

⑥ فلما اذن الله لمحمد فی الخروج من مكة الى المدينة بنى الاسلام على خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمد عبده ورسوله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوة وحج البيت وصيام شهر رمضان وانزل عليه الحدود۔ الخ (اصول کافی ص ۳۷۷)

ترجمہ: جب اللہ نے رسول خدا کو مکہ سے مدینہ کی طرف خروج کی اجازت دی تو اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی۔ گواہی دینا اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں۔ (۲) قائم کرنا نماز کا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) اور ماہ صیام میں روزے رکھنا۔ اور حضرت پر حدود کو نازل فرمایا۔ الخ (شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۴۶)

کلمہ شیعہ

مندرجہ بالا احادیثِ اہل سنت اور احادیثِ مذہب شیعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تئیس سالہ تبلیغ رسالت کی مکی اور مدنی زندگی میں اسلام میں داخل کرتے ہوئے غیر مسلموں سے جس کلمہ اسلام کا اقرار لیا ہے اس میں صرف توحید و رسالت کا اقرار ہوتا تھا۔ اور خود حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی خندق اور خیبر میں جو کلمۂ اسلام دو مشہور کافر پہلوانوں سے پڑھوایا تھا اس میں بھی صرف توحید و رسالت کا اقرار تھا یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

لیکن بھٹو دور حکومت میں پاکستان کے شیعوں نے سرکاری اسکولوں کے نصاب دینیات میں جو کلمہ اسلام لکھا ہے اس میں توحید و رسالت کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

ولایت وخلافت کا اقرار بھی اسلام وایمان لانے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسلامیات لازمی برائے جماعت نہم ودہم کے نصاب رہنمائے اساتذہ حصہ شیعہ میں مولوی محمد بشیر صاحب آف ٹیکسلا اور مولوی مرتضٰی حسین صاحب لکھنوی نے جو کلمۂ اسلام لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے کہ کلمہ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ میں توحید ورسالت ماننے کا اقرار اور امامت کے عقیدے کا اظہار ہے۔'' اس کے بعد کلمہ کے الفاظ یہ لکھے ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ علی ولی الله وصی رسول الله وخلیفته بلا فصل۔ (رہنمائے اساتذہ ص ۳۵، ۳۶)

کلمہ اسلام کی مندرجہ تشریح سے چونکہ لازم آتا تھا کہ سوائے ان قلیل شیعوں کے جن کا یہ کلمہ اسلام ہے باقی تمام ملت اسلامیہ غیر مسلم اور غیر مومن ہے یعنی کافر ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک کلمۂ اسلام میں صرف اللہ کی توحید اور حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار ہی ایمان واسلام کے لیے کافی سمجھا جاتا رہا ہے۔ کلمۂ اسلام کی اس تشریح کی وجہ سے پاکستان کے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا اور ہر طبقہ کی طرف سے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا گیا۔ راقم الحروف نے بھی اس کے خلاف ایک پمفلٹ بنام: ''پاکستان میں تبدیلی کلمہ اسلام کی ایک خطرناک سازش'' لکھا۔ جس کو خدام اہل سنت کی طرف سے لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا گیا۔ چونکہ مذکورہ کلمہ شیعہ بالکل خود ساختہ اور بے بنیاد تھا اور پھر اس کی بنیاد پر تمام امت مسلمہ کافر قرار پاتی تھی۔ اس لیے بھٹو حکومت نے بھی اس کا نوٹس لیا اور محکمہ تعلیم کے ذریعہ اس میں کچھ ترمیم کر کے ''رہنمائے اساتذہ'' کے دوسرے جدید ایڈیشن میں شیعہ کلمہ کے تحت حسبِ ذیل عبارت لکھی:

''کلمہ طیبہ اسلام کے اقرار کا نام ہے۔ کلمہ میں توحید ورسالت کا اقرار ہے۔''

(ص ۳۵) کلمہ طیب: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے کافر مسلمان ہوتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مانتے اور

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں ان کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا۔" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے بعد علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل سے شیعہ توحید ورسالت کے علاوہ امامت کا اقرار اور شیعیت کا اظہار کرتے ہیں۔"

(رہنمائے اساتذہ ایڈیشن دوم ص ۳۶)

اور مولوی محمد شفیع صاحب جوش اور پیر ابرار محمد صاحب نے کلمہ شیعہ کے خلاف لاہور ہائیکورٹ میں جو رِٹ دائر کی تھی۔ اس کے جواب میں شیعہ مذہب کے نمائندوں نے رہنمائے اساتذہ ایڈیشن اوّل میں درج شدہ کلمہ کی تشریح میں ترمیم قبول کر کے کلمۂ اسلام کی مندرجہ عبارت اور تشریح کو قبول کرلیا جو رہنمائے اساتذہ کے دوسرے ایڈیشن میں پائی جاتی ہے۔

ہمارا سوال

رہنمائے اساتذہ کے ایڈیشن اوّل وایڈیشن دوم میں کلمہ اسلام کی جو تشریحیں کی گئی ہیں ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ایڈیشن اوّل کی عبارت سے تو لازم آتا ہے کہ کلمہ اسلام میں توحید و رسالت کے اقرار کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت وخلافت کا اقرار مثل اقرار رسالت کے ضروری ہے اور جو شخص کلمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اقرار نہیں کرتا وہ نہ مومن ہے نہ مسلم یعنی کافر ہے اور رہنمائے اساتذہ کے ایڈیشن دوم کی عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مان لے یعنی توحید ورسالت کا اقرار کر لے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے خواہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت وخلافت کا اقرار نہ بھی کرے۔ تو اب ہمارا سوال مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ شیعہ علماء سے یہ ہے کہ:

① ان کے نزدیک رہنمائے اساتذہ کے مذکورہ دونوں ایڈیشنوں کی تشریح میں

سے کون سی تعریف کلمۂ اسلام کی صحیح ہے۔ اگر پہلی تعریف صحیح ہے تو کلمۂ اسلام کی دوسری تعریف وتشریح کو شیعہ علماء نے کیوں قبول کیا ہے اور اگر دوسری تشریح صحیح ہے تو پہلی تشریح جب رہنمائے اساتذہ میں شائع ہوئی تھی تو اس کی تردید کیوں نہیں کی گئی؟

④ پہلے ایڈیشن کے مصنف مولوی محمد بشیر آف ٹیکسلا شیعہ مذہب کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے ہیں جن کا ثقۃ الاسلام وغیرہ کے خاص القاب سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کو اور ان دوسرے شیعہ علماء کو ان کی مذکورہ تشریح سے اختلاف ہے اور آپ رہنمائے اساتذہ کے دوسرے ایڈیشن کی تعریف کو صحیح قرار دیتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ علماء میں کلمہ اسلام کے متعلق بھی یہ اختلاف پایا جاتا ہے بعض کے نزدیک توحید ورسالت کے ساتھ حضرت علی کی ولایت وخلافت کے اقرار کے بغیر کوئی شخص نہ مومن ہوسکتا ہے اور نہ مسلم اور بعض کے نزدیک صرف توحید ورسالت کا اقرار کرنے والا مسلمان قرار دیا جاسکتا ہے۔

③ کلمۂ اسلام وایمان میں شیعہ علماء کے اس شدید اختلاف سے تو یہ لازم آتا ہے کہ شیعہ مذہب کی بنیاد پر اس امر کا کوئی قطعی ثبوت نہیں مل سکتا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے کس کلمۂ اسلام کی تعلیم دی تھی؟ کیونکہ شیعہ مذہب کی کتابوں سے اگر قطعی طور پر حضور خاتم النبیین ﷺ کے ارشاد فرمودہ کلمہ اسلام وایمان کا ثبوت مل سکتا تو اس کے متعلق پاکستان کے شیعہ علماء میں اختلاف کیونکر پیدا ہوسکتا تھا۔

④ کلمۂ اسلام اصل اصول دین ہے جس کے اقرار سے کافر دائرۂ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے۔ اس لیے اس کا قطعی ثبوت ضروری ہے۔ سوادِ اعظم اہل السنّت والجماعت اور تمام امت مسلمہ کا جو متفقہ کلمۂ اسلام ہے یعنی **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ** (جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا جاتا ہے) اس میں علمائے اہل السنّت والجماعت کا کبھی اختلاف نہیں ہوا اور چونکہ اصولی عقائد کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نص ضروری ہے اور خصوصاً کلمۂ

اسلام کے اجزاء کے لیے جو کہ تمام اصول دین کی اصل ہے۔ اس لیے سنی مسلمان جس کلمۂ اسلام کو مانتا ہے اس کے دونوں اجزاء قرآن مجید سے ثابت ہیں:

(۱) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (سورۃ محمد) (۲) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (سورۃ الفتح)

اور شیعہ علماء جس کلمہ اسلام و ایمان کو مانتے ہیں یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ علی ولی الله وصی رسوله الله وخلیفته بلا فصل. اس میں جو ملت اسلامیہ کے متفقہ کلمہ کے الفاظ سے زائد الفاظ ہیں یعنی علی ولی الله وصی رسول الله وخلیفة بلا فصل یہ الفاظ موجودہ قرآن مجید میں تو کہیں بھی موجود نہیں ہیں۔ نہ یکجا نہ جدا جدا۔

⑤ شیعہ مذہب کی کتابوں میں سے کسی صحیح حدیث میں بھی بطور کلمۂ اسلام ان الفاظ کا ثبوت نہیں ملتا۔ یعنی شیعہ علماء یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ کسی کافر [1] کو مومن و مسلم بناتے ہوئے رسول اکرم ہادی اعظم سید دو عالم ﷺ نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ساتھ علی ولی الله وصی رسول الله و خلیفته بلافصل کے الفاظ کا اقرار کرایا ہے۔ میرے رسالہ ''پاکستان میں تبدیلی کلمۂ اسلام کی ایک خطرناک سازش'' کے جواب میں شیعہ علماء نے جو رسائل تصنیف کیے ہیں اور جن کا مجھے علم ہے ان میں کوئی شیعہ عالم یہ امر ثابت نہیں کر سکا کہ رسول خدا ﷺ نے کسی کافر کو دائرہ اسلام میں داخل کرتے وقت علی ولی الله وصی رسول الله وخلیفته بلا فصل کا بھی اقرار کرایا تھا بلکہ ان میں سے بعض نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ زمانہ رسالت میں کلمہ

---

[1] شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کلمہ عرش پر اور جنت میں لکھا ہوا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ (ا) عرش اور جنت کی روایت میں بھی یہ الفاظ اسی ترتیب سے نہیں دکھا سکتے اور خلیفۃ بلا فصل کا تو کہیں وجود ہی نہیں۔ (ب) ہم عرش کی بات نہیں پوچھتے فرش کی بات پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرشیوں کو نسا کلمہ اسلام پڑھایا ہے؟

اسلام میں ان الفاظ کا اقرار نہیں لیا جاتا تھا۔ چنانچہ سید عقیل حیدر آف ٹیکسلا اپنے رسالہ ''کلمۃ المومنین'' میں لکھتے ہیں کہ:

قاضی صاحب خداوند عالم نے جس قدر انبیاء مبعوث فرمائے ہیں جس قوم و ملک و زمان میں وہ آئے ان کا کلمہ ان تک محدود رہا۔ حضرت آدم کے زمانے والے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ادم خليفة الله. حضرت نوح کے زمانے والے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نوح نجی الله حضرت ابراہیم کے زمانے والے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ابراهيم خليل الله۔ حضرت موسیٰ کے زمانے والے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ موسی کلیم الله۔ حضرت عیسیٰ کے زمانے والے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عیسی روح الله ۔ پڑھتے رہے ان کے بعد سلسلہ نبوت جاری تھا اس لیے ان کا کلمہ ان تک محدود تھا لیکن ہمارے نبی آخر محمد مصطفیٰ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہوگیا۔ رسالت مآب کے زمانہ حیات تک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور بعد از حیات لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ علی ولی الله وصی رسول الله وخلیفته بلا فصل کا بھی زبان سے اقرار کیا جانے لگا اور یہ اقرار دلیل ہے کہ سلسلہ نبوت ختم ہے اور سلسلہ ولایت وامامت شروع ہے۔ الخ (ص ۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ اگر کلمۂ اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت وامامت کا اقرار اس لیے ضروری تھا کہ اس کو سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے اور سلسلۂ ولایت وامامت کے شروع ہونے کی دلیل بنایا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان جس طرح قرآن مجید کی قطعی آیت ولکن رسول الله وخاتم النبیین سے کیا گیا تھا، اسی طرح قرآن میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت وامامت کے متعلق قطعی اعلان کیا جاتا۔ علاوہ ازیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی اگر یہ ضروری ہوتا تو آپ خود ہی اعلان ختم نبوت کے بعد کلمہ اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت وامامت کا اقرار شروع کرادیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو کوئی شخص بھی کلمۂ اسلام میں کمی وبیشی کرنے کا مجاز

نہیں ہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و امامت کا عقیدہ بنیادی اصول دین میں مثل توحید و رسالت کے ضروری ہوتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کے ساتھ قبول اسلام کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و امامت کا اقرار بھی ضرور کراتے۔

بہرحال جب مروجہ کلمہ شیعہ کا کتاب و سنت میں کوئی نام و نشان نہیں ملتا تو پھر شیعہ مذہب کا حق ہونا کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ شیعہ مذہب ہی دراصل خود ساختہ ہے جس کے کلمۂ اسلام کا ہی کوئی ثبوت نہیں ہے اور اسلام حقیقی دوسرے لفظوں میں مذہب اہل السنّت والجماعت ہی ہے جس کا کلمۂ اسلام کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ اور ملت اسلامیہ کے اجماع سے ثابت ہے۔ واللہ الہادی

شیعہ تاویلات

جب شیعہ علماء اپنا اضافی کلمہ نہ قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں اور نہ حدیث سے تو قیاسات و تاویلات سے اپنے کلمے کا وجود پیش کر کے عوام شیعہ کو مطمئن کرنے کی لاحاصل کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً تاویل

① کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کا ولی اللہ ہونا تو اہل السنّت والجماعت کی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔ پھر سنی علماء شیعہ کلمہ پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟

الجواب (ا): مسئلہ زیر بحث یہ نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے ولی ہیں یا نہیں بلکہ بحث تو اس امر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ولی اللہ ہونا شامل فرمایا ہے یا نہیں؟

(ب) اگر علی ولی اللہ کا یہ مطلب ہے کہ آپ اللہ کے دوست اور پیارے ہیں تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو بھی اللہ کے ولی ہیں ان کا نام کلمۂ اسلام میں شامل کیا جائے؟

(ج) شیعوں کے نزدیک علی ولی اللہ کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کے

پیارے ہیں بلکہ وہ یہاں ولایت بمعنی امامت وخلافت لیتے ہیں یعنی حضرت علی اللہ تعالیٰ کے نامزد امام ہیں اور وصی رسول اللہ سے مراد یہ لیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ وصیت فرمائی تھی کہ آپ کے بعد امام وخلیفہ ہوں گے اور خلیفۂ بلافصل کا شیعوں کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بلا فاصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آپ کے جانشین اور خلیفہ ہیں اور ان الفاظ سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چوتھے خلیفہ ہونے کی نفی کرتے ہیں اور پہلے تین خلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین کی خلافت راشدہ کی وہ تردید وتکذیب کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ اور ظاہر ہے کہ کوئی سنی مسلمان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان معنوں میں نہ ولی اللہ مانتا ہے اور نہ خلیفہ بلافصل اور خلیفۂ بلافصل کے الفاظ تو شیعہ مذہب کی بھی کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے یہ تو صدیوں کے بعد کی ایجاد [1] ہیں۔

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل اللہ ہونا اور حضرت موسیٰ کا کلیم اللہ ہونا اور حضرت

---

[1] اور کلمۂ اسلام میں تو کجا شیعوں کی مروجہ اذان جس میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ بلافصل کے الفاظ پڑھے جاتے ہیں۔ ان کا بھی اذان میں ان کے ائمہ سے ان الفاظ کا ثبوت نہیں ملتا۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی بنیادی چار کتابوں (کافی) اصول، من لایحضرہ الفقیہ۔ تہذیب الاحکام اور الاستبصار) میں سے من لایحضرہ الفقیہ (مولفہ ابن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق) جلد اول ص ۲۹۱، مطبوعہ طہران ۱۳۹۲ھ میں امام جعفر صادق سے جو اذان منقول ہے وہ وہی ہے جو سوادِ اعظم اہل السنت والجماعت کے ہاں کہی جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ: **ولا باس ان یقال فی صلوۃ الغداۃ علی اثر حی علی خیر العمل. الصلوۃ خیر من النوم مرتین للتقیۃ.** (ترجمہ) اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ صبح کی اذان میں حی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ الصلوۃ خیر من النوم بھی از روئے تقیہ کہہ لے لیکن آج کے شیعہ تو تقیہ سے الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں پڑھتے) اس کے بعد علامہ ابن بابویہ قمی (مصنف) لکھتے ہیں: (باقی اگلے صفحہ پر)

عیسیٰ کا کلمۃ اللہ ہونا اور آیت وَاَزْوَاجُهُ اُمَّهٰتُهُمْ (رسول اللہ کی بیویاں تمام مومنین کی مائیں ہیں) قرآن سے ثابت ہے لیکن ہم کلمۂ اسلام میں ان میں سے کسی کو شامل نہیں کر سکتے۔

(بقیہ حاشیہ) ''هذا هوا لاذان الصحيح لايزاد فيه لاينقص منه والمفوضة لعنهم الله قدوضعوا اخبارا وزادوا فى الاذان محمد وال محمد خير البرية مرتين وفى بعض رواياتهم بعد اشهدان محمد رسول الله۔ اشهد ان عليا ولى الله مرتين۔ ومنهم من روى بدل ذلك اشهد ان عليا امير المومنين حقا مرتين ولاشك فى ان عليا ولى الله وانه امير المومنين حقا وان محمدا واله خير البرية ولكن ذلك ليس فى اصل الاذان۔

(یہی صحیح اذان ہے جس میں کمی وبیشی نہیں کی جاسکتی اور شیعہ مفوضہ نے (ان پر اللہ کی لعنت ہو) اپنی طرف سے روایات وضع کر لی ہیں اور اذان میں یہ الفاظ زائد کر لیے ہیں۔ محمد وال محمد خیر البریۃ۔ اور ان کی بعض روایات میں اشهدان محمدا رسول الله کے بعد اشهدان عليا ولى الله دو مرتبہ پڑھنا لکھا ہے اور ان میں سے بعض نے بجائے اس کے اشهدان عليا امير المومنين حقا دو مرتبہ پڑھنے کی روایت وضع کی ہے اور بے شک حضرت علی اللہ کے ولی اور امیر المومنین حقا ہیں اور حضرت محمد اور آپ کی آل خیر البریہ ہے لیکن یہ الفاظ اصل اذان میں نہیں پائے جاتے۔'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام جعفر صادق نے بھی یہ اذان نہیں کہلوائی جو آج شیعہ کہتے ہیں۔ بلکہ ان کے بعد جن لوگوں نے اذان میں علی ولی اللہ کہنے کی روایات وضع کی ہیں وہ مفوضہ فرقہ کے لوگ تھے جو ائمہ میں خدائی صفات تسلیم کرتے تھے اور حسب روایات شیعہ وہ لعنت کے مستحق ہیں۔ فرمایئے کہ نہ صرف علی ولی ولله بلکہ اذان میں اشهدان محمد واله خير البرية کا اضافہ بھی جائز نہیں ہے تو پھر وصی رسول الله و خلیفتہٗ بلا فصل کا اضافہ کیونکر جائز ہوگا لیکن زمانہ حال کے شیعوں کے لیے سب کچھ جائز ہو گیا ہے۔

جو چاہے آپ کی عقل کرشمہ ساز کرے

ایک اعتراض کا جواب: جب شیعہ علماء مروجہ اذان کے کلمات علی ولی اللہ وغیرہ کا ثبوت نہیں دے سکتے تو الٹا اہل سنت کو یہ الزام دیتے ہیں کہ تم جو صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ کہتے ہو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت نہیں بلکہ اس کا حکم حضرت عمر فاروقؓ نے دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض الزام اور افتراء ہے کیونکہ اہل السنت والجماعت کی کتب حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے (۱) رسول اللہؐ نے (باقی اگلے صفحہ پر)

تاویل نمبر (۲): کہتے ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے شرک کی نفی کی جاتی ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے کفر کی نفی مقصود ہوتی ہے لیکن ان دونوں شہادتوں سے نفاق کی نفی نہیں ثابت ہوتی اس لیے کلمہ میں علی ولی اللہ سے ہم نفاق کی نفی کرتے ہیں۔ جس کے بعد کلمہ مکمل ہو جاتا ہے اور کسی کے لیے نفاق کی گنجائش نہیں رہتی۔

الجواب (ا): یہ تاویل بھی بالکل جہالت پر مبنی ہے کیونکہ ہمارا مطالبہ تو یہ ہے کہ کلمۂ اسلام نص سے ثابت ہونا چاہیے اور یہ استدلال تو نص نہیں بلکہ ایک خود ساختہ توجیہ ہے۔

(ب) منافقین کا وجود تو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ پھر آپ نے کیوں ایسا کلمہ نہیں پڑھایا جس سے نفاق کی نفی کی جائے؟

(ج) نفاق تو یہ ہے کہ انسان زبان سے تو ضروریاتِ دین کو تسلیم کرے لیکن دل میں اس کے متعلق شک یا انکار رکھتا ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ.

(البقرہ، ع ۲)

''اور آدمیوں میں سے ایسے (بھی) ہیں جو (یہ) کہتے ہیں کہ ہم خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ خدا کو اور

(بقیہ حاشیہ) ابو محذورہ صحابیؓ کو جو اذان سکھائی تھی اس میں یہ فرمایا: فان كان صلوٰة الصبح قلت الصلوٰة خير من النوم، الصلوٰة خير من النوم (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ابی داؤد) (ترجمہ) پس اگر صبح کی نماز ہو تو تو کہہ الصلوٰة خير من النوم۔ الصلوٰة خير من النوم) (۲) شرح معانی الآثار المعروف بہ طحاوی شریف میں ہے: عن ابی محذورة ان النبیؐ علمه فی الاذان الاول من الصبح الصلوٰة خير من النوم ۔ الصلوة خيرمن النوم (۳) عن عبدالعزيز بن رفيع قال سمعت ابا محذورة قال كنت غلاما صبيا فقال لی رسول اللهؐ قل الصلوة خير من النوم الصلوٰة خير من النوم (ایضا طحاوی شریف) ترجمہ۔ عبدالعزیز بن رفیع نے حضرت ابو محذورہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا میں چھوٹا بچہ تھا کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ تو کہہ الصلوٰة خير من النوم، الصلوٰة خير من النوم۔

مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔" (ترجمہ مولوی مقبول احمد دہلوی)

اور سورۃ المنافقون ع ۱ میں فرمایا:

اِذَا جَآءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَکٰذِبُوْنَ.

ترجمہ: "جس وقت منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم ضرور اللہ کے رسول ہو اور اللہ یہ جانتا ہے کہ تم بے شک اس کے رسول ہو اور اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔"

(ترجمہ مقبول) پارہ ۲۸

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ منافق وہ ہے جو زبان سے صحیح اسلامی عقائد کا اظہار کرے لیکن اس کے دل میں اس پر یقین و تصدیق نہ ہو۔ اب فرمایئے۔ جس طرح ایک شخص باوجود کلمۂ اسلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے کے دل کے انکار کی بنا پر منافق قرار دیا جاسکتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص زبان سے شیعوں کا کلمہ پڑھ لے اور علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل کے الفاظ کا بھی زبان سے اقرار کر لے اور قسم بھی اس کی کھالے لیکن دل میں اس کے یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفتہ بلا فصل نہیں ہیں تو کیا وہ شیعہ علماء کے نزدیک منافق نہیں سمجھا جائے گا؟ پھر کلمۂ اسلام میں حضرت علی کی ولایت کے اقرار سے نفاق کی نفی کیونکر لازم آجاتی ہے۔ اگر نفاق ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے تو پھر شیعوں کو صرف ایک امام علیؓ کا نہیں بلکہ بارہ اماموں کی ولایت کا بھی اقرار کرنا چاہیے بلکہ کلمۂ اسلام میں حضرت فاطمۃ الزہراء کے نام کا بھی اعلان کیا جانا چاہیے تاکہ نفاق کی پوری طرح روک تھام ہو جائے۔

کیا عجیب تلبیس ہے۔

منافقین کون ہیں؟

عموماً شیعہ۔ خلفائے ثلثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق (سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ چند صحابہ کے) یہ بہتان تراشی کیا کرتے ہیں کہ وہ منافق تھے العیاذ باللہ اور سورۃ المنافقون کے مضامین کا مصداق ان حضرات کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں منافقین کی جتنی نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان حضرات پاک ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ فِيۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِي الۡمَدِيۡنَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝ مَّلۡعُوۡنِيۡنَ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا

(پ ۲۲، سورۃ الاحزاب رکوع ۸)

ترجمہ: ''اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کر دیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم۔ اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی۔ وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائیں گے جیسا کہ قتل کیے جانے کا حق ہے۔''

(مولوی مقبول احمد دہلوی)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں پیشگوئی فرمائی ہے کہ اگر وہ منافقت سے باز نہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں وہ ذلیل اور رسوا ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کی زد میں آ جائیں گے اور وہ سوائے قلیل مدت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و رفاقت سے بالکل محروم کر دیئے جائیں گے۔ غلبۂ اسلام کے موقع پر ان کا یہ حال ہوگا کہ

جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں گے غازیان اسلام ان کو پکڑ پکڑ کر قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ حرف بحرف پورا ہوا اور منافقین نے دنیا میں بھی ذلت وخواری کا انجام دیکھ لیا۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے زیادہ سخت ہے چنانچہ فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (سورۃ النسا، ع ۲۱)

(بے شک منافق لوگ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے)

لیکن ان کے برعکس خلفائے ثلثہؓ کی مقدس زندگیوں کو پیش نظر رکھیں کہ وہ یکے بعد دیگرے انبیاء ومرسلین کے سردار سرکار مدینہ ﷺ کی خلافت راشدہ کے عظیم منصب سے شرف یاب ہوئے۔ انہی کے دورِ خلافت میں کفر ونفاق اور شرک والحاد کی طاغوتی طاقتوں نے ان کے آگے سپر ڈال دی غلبہ دین اور شوکت اسلام کا پرچم اتنا اونچا لہرایا گیا کہ بعد از انبیاء اولاد آدم میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ زندگی میں ان کو منبر نبوی اور مصلّائے رسالت پر کھڑے ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حسنؓ وحسینؓ وغیرہ تمام اصحابِ رسول ﷺ کو مسجد نبوی میں ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کی فضیلت نصیب ہوئی اور بعد از وفات حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع کے انوار نصیب ہوئے جہاں حضرت امام حسن، حضرت فاطمۃ الزہراؓ وغیرہا چاروں رسول اللہ ﷺ کی پاک صاحبزادیاں، امہات المومنینؓ اور ہزاروں شہداء و اولیاء مدفون ہیں اور پہلے دو خلیفوں کو تو وہ عظیم فضیلت بعد از وفات نصیب ہوئی کہ کسی امتی کو ایسی فضیلت نہ پہلے نصیب ہوئی ہے اور نہ بعد میں نصیب ہوگی۔ خلیفہ اول حضرت صدیقؓ، رحمت للعالمین ﷺ کے پہلو میں آرام فرما ہیں اور ان کے پہلو میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ استراحت فرما رہے ہیں یہ وہ روضہ مقدسہ ہے جو حسبِ ارشاد رسالت مآب ﷺ جنت کا ٹکڑا ہے اور یہ وہ خاک پاک ہے جو اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں عرش وکرسی پر بھی فضیلت رکھتی ہے۔ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی کتب حدیث میں یہ حدیث پائی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے گھر اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بخاری ومسلم کے حوالہ سے یہ حدیث درج ہے:

① عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ مابين بيتى و منبرى روضة من رياض الجنة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

علامہ علی قاری حنفی محدث فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حقیقت پر محمول ہے۔ یہ ٹکڑا جنت کا ہے جو قیامت کو جنت میں ہی شامل ہو جائے گا۔

② شیعہ مذہب کی صحیح ترین کتاب حدیث فروع کافی کتاب الحج میں یہ حدیث لکھی ہے:

عن ابی عبدالله عليه السلام قال قال رسول الله صلى الله عليه واله مابين بيتى ومنبرى روضة من رياض الجنة۔

ترجمہ: ''حضرت ابوعبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' (شافی ترجمہ فروع کافی جلد اوّل حصہ دوم ص ۵۵۸)

یہ وہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ ہے جس کو رحمت للعالمین ﷺ کے روضہ مطہرہ ہونے کا عظیم شرف نصیب ہوا ہے۔ یہ وہی قبر منور ہے جہاں اطراف عالم سے مومنین کے درود وسلام بذریعہ ملائکہ پہنچائے جاتے ہیں اور یہ وہی مرکز تجلیات ہے جہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو رسول کریم خاتم النبیین ﷺ خود سنتے ہیں۔ یہ وہی خاک پاک ہے جہاں ان تجلیات ربانی کا نزول ہوتا ہے جو اور کسی مقام کو نصیب نہیں۔ ہر سال لاکھوں حجاج اور زائرین حضور رحمت للعالمین ﷺ کی قبر مبارک کی جالی اطہر کے سامنے حاضر ہو کر درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں اور پھر حضرت

صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی جالی کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا سلام پیش کرتے ہیں۔ جو مقام حق تعالیٰ کی بے انتہا تجلیات اور رحمتوں کا مرکز ہو وہاں خلاف رحمت اثرات کا کیا دخل؟ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام کرنے والے دو خلیفوں ؓ کے بارے میں بھی اگر کوئی مدعی اسلام نفاق و کفر کی تہمت لگاتا ہے تو وہ خود مرض نفاق و کفر سے ملوث ہے۔ یارِ غار اور یار مزار کو جو بلند و بالاتر مقامِ رحمت نصیب ہوا ہے اور وہ کسی کی بدگوئی سے کم نہیں ہوسکتا۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

آں امن الناس بر مولائے ما
آں کلیم اوّل سینائے ما
ہمتِ او کشت ملت را چوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

منافقین کی علامت نمبر ①:

قرآن مجید میں فرمایا:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (پارہ ۱۰، سورۃ التوبۃ رکوع ۹)

ترجمہ: ''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں۔ برائی کا حکم دیتے رہتے ہیں اور نیکی سے (برابر) باز رکھتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے، تو اللہ نے بھی ان کو (گویا) بھلا دیا ہے۔ بے شک منافق لوگ ہی تو نافرمان ہیں۔'' (مولوی مقبول احمد دہلوی)

اس آیت میں منافقین کی یہ علامت بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ بجائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے الٹا نیکیوں سے روکتے ہیں اور برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور منافق لوگ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں۔ اب اس آیت کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ شیعہ مذہب نے

حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت و امامت کا جو خاکہ پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ خلفائے ثلثہؓ کے زمانہ میں بھی تقیہ فرماتے رہے اور حسبِ اعتقاد شیعہ انہوں نے جو خلاف شریعت وسنت امور کا ارتکاب کیا تھا اور جو ظلم وستم حضرت فاطمۃ الزہراؓ پر روا رکھا گیا تھا، حتیٰ کہ ان کی پسلیاں توڑ دی گئیں اور اس کے بطن پاک میں محسن کو بھی شہید کر دیا اور خود حضرت علی المرتضیٰ کے گلے میں رسی ڈال کر زبردستی مسجد میں گھسیٹ کر لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرائی۔ ۲۴، ۲۵ سال کا طویل زمانہ تو آپ نے اس طرح خلفائے ثلثہ کی بظاہر اتباع ہی میں گزارا۔ حتیٰ کہ شیعہ جو آج ان کے نام کی اذان دیتے ہیں۔ ان کے نام کا کلمہ پڑھتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے اظہار کی بھی جراءت نہ فرمائی اور جو دین و مذہب خلفائے [1] ثلثہؓ نے نافذ کیا تھا۔ اسی کے مطابق عمل کرتے رہے اور اس کے بعد جو

---

[1] علاوہ ازیں شیعہ مذہب کی مستند کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ خلفائے ثلثہ کے فضائل ومناقب بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی خلافت کے صحیح ہونے کی دلیل میں ان کی خلافت کو پیش فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے حضرت معاویؓہ کو اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکرو عمر و عثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب یرد وانّما الشورے للمهجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل فسموه اماماً کان ذلك لله رضی۔ (نہج البلاغۃ ص ۳۹۸، مطبوعہ تہران)۔

ترجمہ: ''بے شک میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر عمر اور عثمان کی کی تھی اور اسی امر (دین) پر کی ہے جس پر ان کی تھی۔ پس جو لوگ حاضر ہیں ان کو اس کے خلاف کسی کو اختیار کرنے کا حق نہیں ہے اور جو لوگ یہاں موجود نہیں ہے وہ اس بیعت کو ردّ نہیں کر سکتے اور بے شک شوریٰ کا حق مہاجرین اور انصار کو ہے۔ پس اگر وہ کسی شخص پر اتفاق کر کے اس کو اپنا امام تجویز کر لیں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہوگی۔''

فرمائیے! اس سے زیادہ بھی کوئی منقبت ہو سکتی ہے کہ ان کے طریق انتخاب کو برحق قرار دے کر اس کو اپنی خلافت کے برحق ہونے کی تائید میں پیش فرما دیا۔ اور آپ کے اس استدلال سے اللہ کی طرف سے خلیفہ کی نامزدگی کے عقیدہ کی بھی نفی ہوگئی۔ اب اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلثہ کی دل سے تعریف فرمائی ہے تو شیعہ علماء بھی ان کو تسلیم کر لیں اور اگر ان کا ارشاد باطن کے خلاف تھا (حسب اعتقادِ شیعہ) تو ان کو کس گروہ میں شمار کرنا پڑے گا۔ العیاذ باللہ

آپ کو منصبِ خلافت بالفعل نصیب ہوا اور مسلمانوں کا ایک لشکر بھی آپ کے ماتحت تھا تو اس کے باوجود آپ نے انہی منکرات کو باقی رکھا جو خلفائے ثلثہؓ کے زمانہ سے رائج تھیں۔ متعہ جیسی عظیم نیکی کے حلال ہونے کا بھی اعلان نہ فرمایا لوگوں نے ناجائز طور پر جو عورتیں اپنے گھر میں ڈالی ہوئی تھیں، ان کی عزت و ناموس کی بھی حفاظت نہ کی اور یہ منکرات کی عملی تائید اور معروفات کے خلاف عملی اقدام حضرت شیر خدا نے محض اس لیے روا رکھا تھا کہ اگر آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تو اس امر کا آپ کو شدید خطرہ تھا کہ آپ تنہا رہ جاتے اور لشکر اسلام بھی آپ کو چھوڑ دیتا۔

فرمایئے! شیعہ مذہب کے تحت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل کو کس فہرست میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق آپ میں کس پارٹی کی نشانیاں پائی جاتی ہیں؟ آج کئی شیعہ عظمت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان کرتے ہوئے کرار غیر فرار کے نعرے لگاتے ہیں۔ اچھلتے اور کودتے ہیں لیکن کوئی اہل عقل و انصاف ہمیں بتائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی تصویر جو شیعہ مذہب پیش کرتا ہے کیا ایسی شخصیت کو کرار غیر فرار کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ہم نے یہاں بہت اختصار کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے جن نتائج کی نشان دہی کی ہے یہ صرف ان شیعہ عقائد پر مبنی ہیں جو سابقہ اوراق میں شیعہ مذہب کی مستند ترین کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں اور شیعہ علماء ان معتقدات کا انکار نہیں کر سکتے۔ ورنہ ہم حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے عقیدہ کے تحت ان عقائد و نتائج کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کفر و نفاق کے ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ سے بھی بالکلیہ پاک سمجھتے ہیں۔ ہم اہل السنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پسند، حق گو، پیکر خلوص و تقویٰ، انوار نبوت کے فیض سے کامل نجم ہدایت، قطعی جنتی اور خلیفہ راشد ہیں۔ رب العالمین کے مقبول اور رحمت للعالمین کے محبوب اور خلفائے ثلثہ کے بعد افضل امت ہیں۔ آپ کی محبت ہمارے ایمان کی جزو ہے۔ ہم خارجیت کے بھی اتنے ہی

خلاف ہیں جتنا کہ رافضیت کے ہیں۔ ہم تمام اصحاب رسول ﷺ کو اپنے اپنے درجے میں نجوم ہدایت مانتے ہیں۔ ہمارے عقیدہ میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور حضور ﷺ کی چار پاک صاحبزادیوں میں سے حضرت فاطمۃ الزہرا کا مقام بلند ہے اور حسب ارشاد رسالت آپ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ ہم رحمت للعالمین ﷺ کے ان پیاروں کی پوری عقیدت ومحبت کا دم بھرتے ہیں۔ ہم ازواج مطہرات، امہات المومنین کو از روئے قرآن مقدس اگر اہل بیت کی فضیلت کا مصداق مانتے ہیں تو از روئے حدیث حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ الزہرا۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو بھی اہل بیت کے شرف میں شامل مانتے ہیں۔ اصحاب ہوں یا خلفائے رسول، ازواج مطہرات ہوں یا اہل بیت رسول ﷺ ہم سب کو درجہ بدرجہ آنحضرت ﷺ کی فیض یافتہ جنتی جماعت مانتے ہیں۔ ہم سنت رسول اور جماعت رسول کی اعلیٰ نسبتوں کے تحت اپنے آپ کو اہل السنت والجماعت مسلمان قرار دیتے ہیں اور اللہ کے رسول اور جماعت رسول ﷺ کے توسل سے شفاعت اور جنت کے امیدوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اسی مذہب حق پر قائم ودائم رکھیں آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

خلاصۂ بحث

کلمۂ اسلام ● کی اس بحث کے سلسلہ میں شیعہ علماء سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ چونکہ

● بعض دفعہ شیعوں کی طرف سے ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ تمہارا کلمہ بھی قرآن مجید میں ایک جگہ اکٹھا مذکور نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ سورۃ محمد میں ہے تو محمد رسول اللہ سورۃ الفتح میں ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے کلمہ کے دونوں جزو قرآن مجید سے انہی لفظوں میں ثابت تو ہیں اور اگر جدا جدا ہونا قابل اعتراض ہے تو یہ اعتراض تو شیعوں پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کلمۂ اسلام کے پہلے دو جزو مانتے ہیں۔ تم علی ولی اللہ وغیرہ کے الفاظ قرآن مجید میں جدا جدا ہی ثابت کردو۔ کبھی کہتے ہیں کہ تمہارے چھ کلمے کہاں سے ثابت ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ صرف کلمۂ اسلام کا ہے نہ کہ ہر کلمے کا۔

کلمۂ اسلام ہی اصل اصول دین ہے اس لیے اس کا ثبوت اپنے مذہب کی قطعیات کی بنا پر پیش کرنا آپ پر لازم ہے۔ ہم نے مذکورہ دس سوالات شیعہ کا جواب دے کر آخر میں صرف تین سوالات مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق کی خدمت میں پیش کیے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

① شیعہ مذہب کی مستند کتابوں کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ عقیدہ امامت و ولایت اور دوسرے بنیادی عقائد کا کتمان و اخفاء بلکہ خلاف حق کا اظہار لازم ہے اور یہ شیعہ مذہب کا تقاضا ہے جس کا مکان و زمان سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اصول کافی کی حدیث میں ہے:

قال ابو جعفر علیہ السلام ولایۃ اللہ اسرھا الی جبرئیل و اسرھا جبرئیل الی محمد ﷺ اسرھا محمد الی علی علیہ السلام و اسرھا علیؓ الی من شآء اللہ ثم انتم تذیعون ذلک الخ۔

(اصول کافی ص ۴۸۷، مطبوعہ لکھنو)

ترجمہ: ''امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وحی کی اللہ نے جبرئیل کو اور جبرئیل نے حضرت رسول خدا کو تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ یعنی قیامت تک ہونے والے واقعات سے آگاہ کیا اور آنحضرت نے بطور راز بتایا علی علیہ السلام کو اور علی نے جس کو چاہا بتایا (یعنی یہ سلسلہ ائمہ اہل بیت تک جاری رہا) اور تم اسے ظاہر کرتے ہو (ظہور قائم آل محمد کو) تم میں کون ہے کہ باز رہے اس بات کو بیان کرنے سے۔''

(شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم، ص ۲۴۸)

اس حدیث کے ترجمہ میں شیعہ ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب امروہوی نے تقیہ سے کام لیا ہے اور ترجمہ صاف نہیں کیا حالانکہ عربی عبارت بالکل واضح ہے جس کا معنی یہ ہے کہ:

''امر ولایت (یعنی امامت و خلافت) ایک راز ہے جس کو پوشیدگی کے ساتھ

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بتایا۔ اور جبرئیل نے رسول اللہ ﷺ کو بطور راز ولایت کے متعلق بتایا اور حضور نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور مخفی راز اس کی خبر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر جس کو چاہا بتایا لیکن یہ ولایت و امامت کا بھید کسی طرح ظاہر ہو گیا اور امام محمد باقر ان لوگوں کو سخت تنبیہ فرما رہے ہیں جنہوں نے نے اس ولایت و امامت کے عقیدے کا اظہار کیا ہے اور اسی باب کی دوسری روایت میں بھی اسی بات کی تاکید پائی جاتی ہے۔

عن ابی عبدالله علیه السلام قال ان امرنا مستور مقنع بالمیثاق فمن هتك علینا اذله الله ۔ (ایضاً اصول کافی ص ۴۸۷)

ترجمہ: ''فرمایا ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام نے ہمارا معاملہ پوشیدہ ہے بعہد الٰہی جو ظہور قائم قائم آل محمد تک ظاہر نہ ہوگا۔ پس جس نے ہماری پردہ دری کی خدا اس کو ذلیل کرے گا۔''

(شافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۲۴۹)

اور یہ کتمان (حق چھپانے) اور تقیہ (خلاف حق ظاہر کرنے) کا حکم امام غائب کے ظہور تک ہے اور جوں جوں امام کے ظہور کا زمانہ قریب آئے گا تقیہ کا حکم سخت ہو جائے گا چنانچہ اصول کافی جیسی اصح الکتب میں ہی یہ حدیث منقول ہے:

عن ابی عبدالله علیه السلام قال كلما تقارب هذا الامر كان اشد للتقية۔" (ص ٤٨٤)

ترجمہ: ''فرمایا حضرت ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام نے جب حضرت (یعنی امام غائب) کا وقت قریب ہو تو تقیہ اور زیادہ سختی سے ہونا چاہیے۔''

(شافی ترجمہ اصول کافی، جلد دوم ص ۲۴۴)

اس لیے مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق پر باتباع ائمہ معصومین تقیہ لازم ہے نہ کہ تبلیغ و اشاعت۔

سوال نمبر ②:

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد غلبہ دین اسلام تھا جو قادر مطلق کی نصرت سے پورا ہوا۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد چونکہ سلسلہ نبوت منقطع تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے بعد خلفائے حق بنانے کا وعدہ فرمایا اور سنی عقیدہ کے مطابق یہ وعدہ الٰہی خلفائے ثلثہ کے عظیم الشان دَور میں پورا ہوا اور بر و بحر میں اسلام کا ڈنکہ بج گیا لیکن حسبِ عقیدہ شیعہ حضرت علی المرتضیٰ گو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد خلیفہ بلافصل تھے لیکن آپ نے نہ صرف خلفائے ثلثہ کے عہد حکومت میں بلکہ اپنے دَور خلافت میں بھی اللہ کا صحیح دین نافذ نہ کیا اور مغلوب اور تقیہ کے لباس میں ہی مستور رہے اس لیے آپ ناکام خلیفہ رسول ہیں۔ کامیاب خلیفہ تو وہ تسلیم کیا جا سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی نیابت و خلافت کے منصب پر فائز ہو کر دشمنوں کے مقابلہ میں غالب و منصور ثابت ہو۔

سوال نمبر ③:

کلمہ اسلام تمام اصول دین کی بنیاد ہے جس کو قبول کرنے سے غیر مسلم داخل اسلام ہو جاتا ہے (البتہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اگر وہ ضروریات دین میں سے کسی قطعی عقیدے کا منکر ہو جائے تو وہ پھر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کو باوجود کلمہ اسلام کے اقرار کے کافر اور خارج از اسلام مانا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کے ایک قطعی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی دجال اور کذاب کو نبی یا ولی وغیرہ تسلیم کر لیا ہے لیکن دورِ حاضر کے شیعہ جس کلمۂ اسلام کے معتقد اور داعی ہیں وہ بالکل خود ساختہ اور بے بنیاد ہے۔ اس لیے ہم مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق اور دوسرے شیعہ علماء کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ جس مذہب کے گیارہ معصوم امام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر حسن عسکری تک کتمانِ حق اور تقیہ یعنی خلاف حق کے اظہار کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں اور اسی تقیہ کی بنا پر ان کو اپنے اپنے دورِ امامت میں

بمشکل دو دو تین تین اور چار چار شیعہ نصیب ہوئے ہیں اور ابھی تک ایسے تین سو تیرہ مخلص مومن شیعوں کی تعداد بھی پوری نہیں ہوئی جس کی بنا پر امام غائب ظاہر ہو جائیں اور امام غائب صدیوں سے نہ صرف یہ کہ خود غائب ہیں بلکہ خلیفہ بلا فصل امام اول کے مرتب کردہ اصلی قرآن کو ہی اپنے ساتھ غائب کیے ہوئے ہیں اور جس مذہب کا مروجہ کلمہ اسلام ہی بے بنیاد ہے اور خود ساختہ ہے تو شیعہ مذہب کے ان عقائد و مسائل کے باوجود جن کی تفصیل پہلے درج کر دی گئی ہے ہم مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق سے دریافت کرتے ہیں کہ مذہب حق اہل السنت والجماعت کو ترک کر کے (جن کے خلفاء غالب ہوئے ہیں اور جن کا کلمہ قطعی الثبوت ہے اور جن کا دین مجموعی حیثیت سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں دور رسالت سے لے کر آج تک قائم ہے) آپ شیعہ کیوں ہوئے؟

والسلام علی من اتبع الھدی۔

خادم اہل سنت

الاحقر مظہر حسین غفرلہ

تحریک خدام اہل سنت، پاکستان

خطیب مدنی جامع مسجد چکوال

۱۴ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ/۱۸ اکتوبر ۱۹۷۸ء
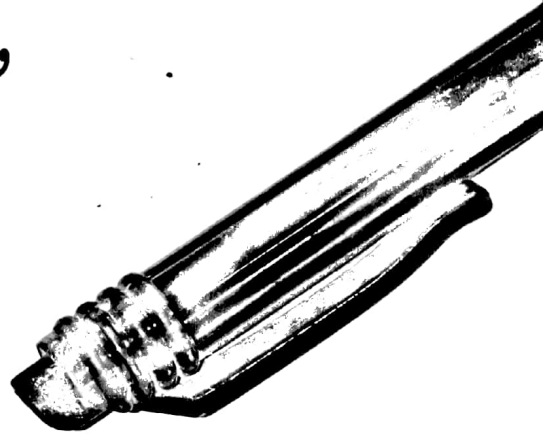
خدام اہل سنت کی دُعا

از حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

۲ محرم ۱۳۹۳ھ — ۶ فروری ۱۹۷۳ء

خدایا اہلسنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

ترے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہ ﷺ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبی ﷺ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر ؓ کی خلافت کو

صحابہ ؓ اور اہلبیت ؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواج نبی پاک ﷺ کی ہر شان منوائیں

حسن ؓ کی اور حسین ؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہ ؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

ترے کن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبہ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت ﷺ کو
مٹا دیں ہم تری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسول پاک ﷺ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تری راہ میں ہر اک سنی مسلماں وقف ہو جائے

تری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دین حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہر ناداں
تری نصرت ہو دنیا میں، قیامت میں تری رضواں

الحمدللہ تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ منظور ہو چکا ہے اور آئین پاکستان میں قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ نے اپنی تصانیف کی اشاعت کی اجازت مجھے دی تھی۔

ادارہ مظہر التحقیق لاہور نے حضرت قائد اہل سنت کی تصانیف کی اجازت جذبہ مسلک کے تحت مانگی ہے، نہ کہ کاروباری نیت سے۔

کتب کی اشاعت کا مقصد محض حضرتؒ کے فکر و نظر کی ترویج ہے۔ چنانچہ میں ادارہ ھذا کو قاضی صاحبؒ کی جملہ کتب، مقالات اور مضامین کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں۔ ادارہ مظہر التحقیق لاہور کے علاوہ کوئی فرد یا ادارہ یہ کتابیں شائع کرنے کی کوشش نہ کرے۔ البتہ مرکز تحریک خدام اہل سنت والجماعت اس پابندی سے مستثنیٰ ہے۔

جمیل الرحمٰن عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶ جنوری ۲۰۱۳ء

کی دیگر مطبوعات